عوام اہل سنت کی اہل بیت اطہار سے عقائد و محبت کا ناجائز فائدہ اٹھانے والے خطبا کے پسندیدہ واقعات کتب کی نشاندہی

واقعہ کربلا اور سچائی

(از)

محمد ابوبکر رضوی نوری

ناشر

نوری مکتب

==========================

اسم کتاب: واقعہ کربلا اور سچائی

تالیف: ابو بکر رضوی نوری

اشاعت: ذوالحجہ ۱۴۴۷ھ
جون 2026

تعداد صفحات: 60

ناشر: نوری مکتب کمرہٹی (کلکتہ)

نوٹ: تصحیح کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے، تاہم غلطی کا امکان ہے، غلطی نظر آئے تو اطلاع فرمائیں، تا کہ اگلے ایڈیشن میں اصلاح کی جاسکے۔

8697244734



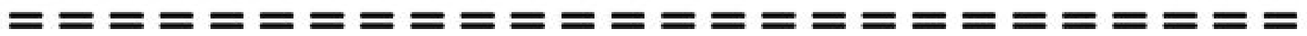
نذر عقیدت بہ بارگاہ سید الشہداء

اس ادنی کاوش کو راکب دوش مصطفیٰ ، شہزادہ علی مرتضی، شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ اقدس میں پیش کرتا ہوں۔ کیوں کہ انہیں کی پاکیزہ قربانی صبر وتحمل تسلیم ورضا پر جو غبار آ رہے تھے، انہیں صاف کرنے کی کوشش کی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ابوبکر رضوی نوری

14 جون 2026 باروز اتوار



فہرست مضامین

محرم میں اہل سنت بیک وقت کئی محاذ پر ہوتے ہیں 1

کسی کتاب کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کا مطلب کیا ہے ؟ 2

واقعہ کا معتبر کتاب میں ہونا اسے معتبر نہیں بناتا 2

معتبر اور غیر معتبر کا فرق 3

جب ایک ہی واقعہ کا نفی واثبات دونوں منقول ہو تو ایسی صورت میں کیا کریں؟ 3

4

قدیم وجدید

کثرت حوالہ حق ہونے کی دلیل نہیں: 5

مصنف کے معتبر اور غیر معتبر ہونے سے واقعہ پر کیا اثر پڑتا ہے؟ 5

کتاب، صاحب کتاب اور واقعہ کی چند صورتیں بنتی ہیں جو درج ہیں: 6

اولیائے کرام میں بھی کئی درجے ہیں۔ 8

چند من گھڑت واقعات کی نشاندہی 10

ماہ محرم الحرام میں عوام کی چند غلط فہمیوں کا ازالہ 48

چند غیر معتبر کتابوں کی نشاندہی 49

روافض و خوارج کی شرارتیں اور اہل سنت کا راہ اعتدال 56

ہمارے زمانے کے خوارج ونواصب کی چند علامتیں 58

یزید پلید کے متعلق امام اہل سنت کا ارشاد گرامی 60

==============================

محرم میں اہل سنت بیک وقت کئی محاذ پر ہوتے ہیں:

روافض: یہ فرقہ اہل بیت کی محبت کی آڑ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر خوب تبرا کرتا ہے، جعلی روایات من گھڑت کہانی قصے سنتا ہے، درحقیقت محبت کی آڑ میں یہ فرقہ اہل بیت کا دشمن ہے۔

خوارج ونواصب: یہ فرقہ علی آل علی رضی اللہ عنہم اجمعین سے سخت دشمنی کرتا ہے، ان کے فضائل و کمالات سننا اسے گوارا نہیں، ان پر جھوٹی تہمتیں لگاتا ہے، ان کی، ان کی عظمت گھٹاتا ہے، یہ صحابہ کی محبت آڑ میں اہل بیت سے نفرت کرتا ہے۔

وہابی دیوبندی: یہ باطل جماعت سرے سے ذکر حسین، نذر و نیاز و ایصال ثواب سے روکتی ہے اور ہر سال نت نئے ہتھکنڈے استعمال کرتی ہے۔

جاہل خطبا: یہ اہل سنت ہی ہیں لیکن ہر سال جھوٹے واقعات رونے اور رلانے کے لیے عجیب و غریب حکایات گڑھتے رہتے ہیں، ان کا جواب دینا ضروری ہے۔

عوام اہل سنت: محرم میں بیہودہ رسومات و خرافات میں مبتلا ہوتی ہے انہیں روکنا ضروری ہے۔

== ==

کسی کتاب کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کا مطلب کیا ہے؟

ہمارے زمانے میں یہ رجحان پیدا ہو رہا ہے کہ جب وہ کسی معتبر کتاب میں کوئی بات پڑھ لیتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ جب کتاب معتبر ہے تو یہ بات بھی معتبر ہی ہے اسی طرح بعض لوگ غیر معتبر کتابوں میں موجود ہر ہر بات کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ یہ دونوں غلط ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فتاویٰ رضویہ جلد 7 میں فرماتے ہیں کہ

" کسی کتاب کا معتقدین کے ہاں معتبر ہونا ایک بات ہے اور اس کتاب کی اپنی حیثیت میں معتبر ہونا اور بات ہے۔ نیز کسی کتاب کے معتبر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں جو کچھ موجود ہے وہ تمام معتبر و مختار ہو ہرگز ایسا نہیں ہے کیونکہ بڑے بڑے ائمہ کرام کی وکتابوں میں سے کوئی بھی کتاب ایسی نہیں کہ اس کے بعض مقامات قابل تنقید و تنقیح نہ ہوں۔" (فتاویٰ رضویہ ، 7)

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم صفحہ 572 پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ معتبر کتاب میں

" کسی ایک بات کے قابلِ اعتماد نہ ہونے سے پوری کتاب کا اعتماد نہیں ختم ہو".

واقعہ کا معتبر کتاب میں ہونا اسے معتبر نہیں بناتا :

در اصل کسی واقعہ کا معتبر کتاب میں ہونا اسے معتبر نہیں بناتا جس طرح غیر معتبر کتاب میں ہونے سے ضروری نہیں کہ غیر معتبر ہی ہو۔

اس سلسلے میں جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اقول : جب اس کتاب کے سوا اور ائمہ اعلام نے بھی حدیث کو روایت فرمایا تو اس کتاب کا غیر معتبر ہونا کیا مضرت رکھتا ہے ، معہذا غیر معتبر ماننے کے یہ معنی کہ اس کی ہر روایت کو باطل سمجھا ، جب تو محض غلط ، نہ کوئی محدث اس کا قائل، خودا کا بر محدثین اس نوادر الاصول بلکہ فردوس دیلمی سے جس کا حال نہایت ہی ردی ہے، تو وہ روایتیں اپنی کتب میں لاتے اور ان سے احتجاج و استناد فرماتے ہیں۔

= =

اور جو یہ مقصود کہ اس میں روایات منکرہ و باطلہ بھی موجود ہیں تو بے شک مسلم ، مگر اس قدر سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساری کتاب مطروحو مجروح ٹھہرے اور اس کی کسی حدیث سے استناد جائز نہ رہے۔

معتبراورغیر معتبرکافرق

جب معتبر کتاب میں غیر معتبر اور غیر معتبر میں معتبر کا ہونا ممکن ہے تو ہم کیسے جانچ کریں ۔

ذہن نشین رہے کہ کتاب میں کسی بات کے ہونے سے حق ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اسے روایتا در ایتا جانچا اور پر کھا جاتا ہے اب جو واقعہ کسوٹی پر کھرا اترے گا اسے قبول کیا جائے گا۔

جب ایک ہی واقعہ کا نفی واثبات دونوں منقول ہو تو ایسی صورت میں کیا کریں؟

اے عزیز یہی وہ مقام ہے جہاں بہت سے لوگو نے دھوکا کھایا، الگ راہ چلے ، اور نہ جانا کہ بھلائی اکابر علما و فقہا صوفیہ محققین کی اتباع میں ہے۔ انہوں نے اتباع سبیل المومنین کی قدر نہ جانی اور بہک گئے

ہم اہل سنت جو افراط و تفریط سے بیزار اور راہ اعتدال کے حریص داعی و مسافر ہیں ہمارا عمل اس وقت یہ ہوتا ہے کہ جب مختلف روایات منقول اور نفی و اثبات دونوں موجود تو

دیکھتے ہیں کہ جس بات کو ماننے سے مسلمات پر ضرب آئے ، صحیح روایات سے فکر او پیدا ہوتا ہو، یا کسی معظم کی تعظیم پر آنچ آئے تو ایسی صورت میں اس کو رد کر دیتے ہیں دوسری صورت یہ بنتی ہے کہ مذکورہ بالا وجوہات نہ پائی جاتی ہوں تو مختلف اقوال سے ہم اسے مختار مانتے ہیں جسے مطلقی علماء بالقبول حاصل ہو اور ہم اس میں بھلائی جانتے ہیں کیونکہ وہ حضرات ہم سےارفع اعلم اور خشیت الہی میں اتی ہیں،
وفوق کل ذی علم علیم

==================================

امام اہل سنت اعلی حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

علماء کی تلقی بالقبول کو ایراث قوت میں اثر عجیب ہے کہ وہ ہر طرح ہم سے اعرف واعلم تھے ، ہماری ان کی کوزہ و محیط کی بھی نسبت ٹھیک نہیں ، وہ سمائے علوم کے بدر منیر اور ہم عالمی انہیں کی روشنیوں سے مستنیر ، جب وہی ایک امر کو سلفا وخلفا مقبول رکھیں اور اپنی تصانیف اس کے ذکر سے موشح کریں تو ہمیں کیا جائے انکار ہے۔

(ہدی الحیران فی نفی الفی عن سید الاکوان مقدمہ ثالثہ)

قدیم وجدید

کتاب کے قدیم وجدید ، مجلد اور غیر مجلد ہونے سے کسی واقعہ کا معتبر و غیر معتبر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

ہمارے زمانے میں بعض لوگ جب غیر مستند و معتبر بات بیان کرتے ہیں تو اعتراض کرنے پر عوام پر رعب ڈالنے کے لیے قدیم کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں صاحب ! 700 سو سال پرانی ایک ہزار سال پرانی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ یہ پرانی کتابوں میں ہے بھلا یہ بھی غلط ہو سکتا ہے؟

جوابا عرض یہ ہے کہ مستند و معتبر ہونے کا یہ معیار ہر گز نہیں ہے۔

دیکھیں-----

تیسری صدی ہجری (جو آج کے مقابل انتہائی علمی اور خشیت الہی کا زمانہ تھا) کے عظیم محدث تقریبا دس لاکھ احادیث کے حافظ ، فقیہ مجتہد ہمارے امام سید نا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے اتقان میں امام سیوطی ، برہان میں امام زرکشی مقاصد الحسنہ میں امام سخاوی نے نقل کیا ، فرماتے ہیں :

تین فنون کی کتابیں بے سند ہیں ان کی کوئی اصل نہیں کتب تفسیر، کتب تاریخ کتب سیرت

= =

امام اہل سنت اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"ان کے فرمانے کا یہ مطلب تو خیر نہیں کہ تاریخ وسیرت تفسیر کی سب کتابیں از اول تا آخر ایسی ہی ہیں کیونکہ وہ کتابیں اور جو کچھ ان میں ہے سب گواہ ہیں کہ ان کے فرمانے کا یہ مطلب نہیں تاہم اتنا یقینی ہے کہ انہوں نے بے سند باتوں کی آمیزش ان کتابوں پر غالب دیکھ کر ہی ایسا فرمایا ہے
اور جب یہ تیسری صدی ہجری کا حال ہے تو اس کے بعد کیا ہوا ہوگا ؟"
(اعلام بہ لزوم و التزام ، ص 23,22)

لہذا فقط کتاب میں ہو نا حق ہونے کی دلیل نہیں بلکہ کسی بھی کتاب میں ہو جانچا پر کھا جائے گا۔

کثرت حوالہ حق ہونے کی دلیل نہیں:

ہمارے زمانے میں کثرت حوالہ سے اپنی غیر مستند بات کو مستند بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور مزاج یہ بنایا جا رہا ہے کہ جو بات زیادہ کتابوں میں ہو وہ حق ہے حالانکہ یہ زعم فاسد ہے۔ کیونکہ صحیح اور غلط جانے کا ہر گز یہ معیار ہیں کہ جو زیادہ کتابوں میں ہو وہ صحیح ہے اور جو کم میں ہو وہ غلط ہو جبکہ اس کے برعکس بھی ممکن ہے۔ سیدی عبدالعزیز دباغ کا ارشاد گرامی الا بریز شریف میں موجود ہے کہ

" کسی امام سے منسوب کسی مسئلے کا ایک یا ہزار کتاب میں پایا جانا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ یہ واقعی انہیں کا قول ہے۔"

(الابریز من کلام سیدی عبد العزیز ، ص 430 ، دار صادر بیروت مضمون از مولا نا لقمان شاہد صاحب)

مصنف کے معتبر اور غیر معتبر ہونے سے واقعہ پر کیا اثر پڑتا ہے؟

یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ عوام الناس کو بعض خطبا وغیرہ یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ قرآن کی طرح ہر کتاب خواہ تاریخ پر ہو یا فقہ پر اصول پر ہو یا فروع پر

= =

آنکھ بند کر کے نص سمجھتے ہوئے آمنا و صدقنا کہنا چاہیے۔

اگر کسی معتبر عالم دین کی کسی معتبر کتاب میں کوئی غیر معتبر بات موجود ہے تو واعظین زر در بیان صرف کرتے ہوئے اسے بھی معتبر قرار دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔

کتاب، صاحب کتاب اور واقعہ کی چند صورتیں بنتی ہیں جو درج ہیں:

پہلی صورت : مصنف ، کتاب اور اس میں درج واقعہ تینوں مستند ہوں دوسری صورت : مصنف، کتاب تو مستند مگر در واقعہ غیر مستند تیسری صورت : مصنف تو معتبر ہے مگر کتاب و واقعہ دونوں مستند و معتبر نہیں

چوتھی صورت : مصنف اور کتاب دونوں غیر معتبر ہوں مگر نقل یا درج شدہ بات معتبر ہو۔

پانچویں صورت : تینوں معتبر نہ ہوں

چھٹی صورت : مصنف کسی ایک فن میں معتبر ہو مگر وہ یا اس کی نقل دوسرے علوم میں معتبر نہیں۔

تفصیلات:

1) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی فن میں اس کی ہر بات معتبر ہوتی ہے مگر اس کا مصنف معتبر نہیں ہوتا۔

جیسے زمخشری معتبر نہیں وہ معتزلی ہے مگر ادب وغیرہ میں اس کی بات کی جاتی ہے "۔

عقائد میں نہ وہ معتبر ہے نہ اس کی کتاب دیکھیے فتاوی رضویہ شریف امام اہل سنت نے نقل فرمایا کہ

" مخشری جو ادب میں نکتہ کی مانند اور کلام عرب میں تیل کی مثال سے ہے ۔"

(فتاوی رضویہ شریف ، جلد 28 ، ص 125)

کیا کوئی کوتاہ علم و نظریہ کہ سکتا ہے کہ جب وہ معتبر نہیں تو بات کیسے معتبر ؟

==============================

۲) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مصنف بھی معتبر ، کتاب بھی معتبر مگر اس میں موجود بعض باتیں معتبر نہیں ہوتیں۔

فتاوی ابو البرکات معتبر ، مصنف معتبر مگر اس میں ہے کہ جب خطیب خطبہ کے معانی سے آگاہ نہ ہو جمعہ جائز نہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد 8 ، ص 57)

۳) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عالم کسی فن میں معتبر مانا جاتا ہے مگر دوسرے فن میں اس کی باتیں قبول نہیں کیں جاتیں جیسے علم طب وغیرہ۔

یہ بھی پڑھیں...

کیا مشائخ مذہب میں معتزلہ نہیں ، در مختار کتاب النکاح فصل محرمات میں ایک مسئلہ کشاف زمخشری معتزلی سے نقل کیا اس پر علامہ شامی نے رد المحتار میں فرمایا: نقل ذلک عنہ لان الزمخشری من مشائخ المذہب وہو حجۃ فی النقل. یہ مسئلہ اس سے اس لیے نقل کیا کہ زمخشری مشائخ مذہب سے ہے اور اس کی نقل پر اعتماد ہے۔

(فتاوی رضویہ شریف ، جلد 9 ، ص 236)

کتابوں میں بھی درجات ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام درجے میں بعض بعض سے بلند ہیں

تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض.

ملائکہ میں بھی بعض بعض سے بلند تر ہیں۔

صحابہ کرام میں بھی درجات ہیں،

اولئک اعظم درجۃ.---

اولیاے کرام میں بھی کئی درجے ہیں۔

یہ مثالیں تقریب فہم کے لیے ہیں ورنہ کہاں یہ اور کہاں وہ۔

علوم وفنون بے شمار ہیں، پھر ان پر لکھی گئی کتابیں لاکھوں کی تعداد میں ہیں دینی علوم ہی دیکھیے اس کے مختلف شعبے ہیں ہر شعبے پر کتابیں ہیں علم کلام پر کتابیں اشاعرہ ماتریدیہ ہی نے نہیں بلکہ معتزلہ، خوارج ، روافض نے بھی لکھے ہیں، علم تفسیر اور تفسیر پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں علم فقہ پر لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا ہے ، لہٰذا یاد رہے کہ محض کتابوں میں کسی بات کا ہونا کافی نہیں بلکہ اسے عقلاً ونقلا پرکھا اور جانچا بھی جائے گا ، آج کل کتابیں دکھا کر مرعوب کرنے کا رواج چل نکلا ہے اب چاہے وہ قول شاذ و متروک ہو یا سطح و تسامح و تفردات بس کتاب میں مل گیا تو اسے دلیل بنالیا جاتا ہے کہ دیکھو فلاں نے فلاں کتاب میں ایسا لکھا ہے۔

قارئین کرام ! قرآن کریم میں کوئی حکم ہو تو دیکھا جائے گا کہ آیا وہ ناسخ ہے یا منسوخ یہی نہیں درجنوں باتیں مزید دیکھی جاتی ہیں، پھر کونسی ایسی کتاب ہے جس پر آنکھ بند کر کے یقین کیا جائے؟ کسی ذات کا معتبر ہونا اور ہے اور اس کی ہر ہر بات کا معتبر ہونا اور ، یہی نہیں بعض وقت شخصیت انتہائی معتبر ہوتی ہے اور ان کا قول بعض مسائل میں قابل اعتماد نہیں کبھی کتاب انتہائی معتبر ہوتی ہے لیکن اس میں موجود بعض باتیں قابل عمل نہیں، ایسا بھی ہوتا ہے کہ کتاب غیر معتبر ہو لیکن اس میں بعض باتیں انتہائی معتبر و مستند ہوتی ہیں لہٰذا اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ قول کسی کا بھی ہو پرکھا اور جانچا جائے گا، کیا رواۃ صحاح پر جرح نہ کیا گیا ؟ کیا راویان حدیث کو پرکھا نہ گیا ؟ کیا ایسا نہ ہوا کہ بعض شخصیات تقوی وطہارت کے اعتبار سے بلند تر تھیں لیکن بعض معاملات میں ان پر اور ان کے اقوال پر کلام نہ ہوا؟ اگر معتبر شخصیت کی ہر ہر بات معتبر مانی جائے تو اصول اربعہ کی کیا ضرورت؟ احادیث کی درجنوں قسمیں کیوں؟

ذرا سوچیے ! جب فقہ و کلام وغیرہ میں موجود باتیں بلا جانچے پرکھے قبول نہیں کی جاتیں تو تاریخ کی باتیں جن کی سند بھی نہ ہو، و درایت و روایا ثابت بھی نہ ہوا سے عقائد و نظریات کے مقابل پیش کرنا جنون خالص نہیں تو اور کیا ہے؟

چراغ جلا کے میں نے رکھ دیا ہے راہوں میں
اب جو راستہ بھولے یہ اس کی قسمت ہے

عقیدت: عقیدت مزاج شریعت کے مطابق ہو تو عقیدہ میں پختگی پیدا کرتی ہے ورنہ غلو عقیدت سبب ہلاکت ہے کیا دیکھا نہیں نصاری نے سیدنا عیسی روح اللہ اور یہود نے سید نا عزیر علیہا السلام کو " ابن اللہ کہا۔ روافض غلو عقیدت کے سبب کہاں سے کہاں پہنچے؟ اہل سنت و جماعت کی عقیدت میزان شریعت کے مطابق ہے لہذا ہم کسی کا قول ہو یا فعل وہ ذات اعلم العلماء ہو یا شیخ العلماء بہر حال جس کا قول و فعل اصول اربعہ کے مطابق ہے سر آنکھوں پر ور نہ نہیں، تفردات و تسامحات ہر ایک کے مل جائیں گے کون ہے جو شریعت پر حجت ہو شریعت سب پر حجت "ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ حق سے لوگوں کو پہچانو نہ کہ لوگوں سے حق کو۔

قرآن وحدیث کے بعد اجماع امت ، سواد اعظم کا اتفاق دلیل ہے اکا دکا کیا دس بیں بھی کسی عقیدہ میں خلاف سواد اعظم یا مسائل میں خلاف اجماع جائیں تو ہمیں ان کی طرف نہیں بلکہ سواد اعظم اور اجماع امت کی طرف جانا ہے۔

چند من گھڑت واقعات کی نشاندہی

من گھڑت واقعات جو ماہ محرم الحرام میں کثرت سے بیان کیے جاتے ہیں ان کی روک تھام کیسے ہو؟

ہر سال نئے واقعات تراشے جاتے ہیں ، رونے رلانے کے لیے عجیب و غریب جھوٹی کہانیاں سنائی جاتی ہیں ایسا کرنے والے نہ عظمت اہل بیت سے آشنا ہوتے ہیں نہ ہی صحابہ کرام کی عظمت کا پاس ہوتا ہے، ایمان کے بعد سب سے اہم عبادت نماز ہے، نماز میں کلام کرنا مفسد نماز ہے اس کے باوجود شریعت نے امام کو لقمہ دینے کی اجازت دی ہوئی ہے، امام عالم ہو یا مفتی ، فقیہ ہو یا محدث، حافظ ہو یا قاری عمر رسیدہ ہو یا کم عمر بہر حال تلاوت میں غلطی ہو یا قیام و رکوع و سجود میں لقمہ دیا جائے گا شرع شریف نے تو یہاں تک فرمایا کہ بعض صورتوں میں لقمہ دینا فرض ہے نہ دیا تو گنہ گار ہوں گے کبھی لقمہ واجب ہوتا ہے تو کبھی مسنون و مستحب اور پھر ہزاروں مقتدی میں کوئی ناراض بھی نہیں ہوتا ، امام کو اعتراض کا حق بھی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ جب نماز جیسی عظیم عبادت میں لقمہ دینے کی غلطی بتانے اجازت بلکہ تاکید ہے تو منبر رسول پر جو آئے دن جھوٹی کہانیاں صحابہ کی توہین اہل بیت اطہار کی عظمت پر حملہ اشعار کے ذریعہ مقدس ہستیوں کی گستاخی کی جارہی ہے ہزاروں عوام درجنوں علما لقمہ کیوں نہیں دیتے ؟ انہیں اسی وقت کیوں نہیں روکا جاتا ؟

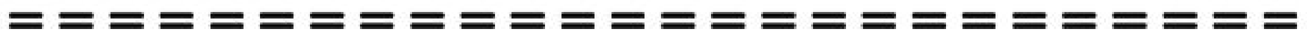
اگر لقمہ دینے کی عادت بنالی جائے تو ہمارے جلسے آج بھی موضوعات سے پاک، من گھڑت کہانیوں سے صاف ہو کر معیاری بن سکتے ہیں ۔

اسی لیے اب من گھڑت واقعات میں سے چند کی نشاندہی کر رہا ہوں۔

واقعہ نمبر:1

امام حسین نے خون چہرے پر مل لیا:

امام عالی مقام سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے ننھے سے مجاہد کو اپنی گود میں



لے کر اشقیا کی طرف گئے پانی طلب کیا، ظالمو نے پانی تو نہ دیا ہاں انہوں ایک ایسا تیر مارا جو سید نا علی اصغر رضی اللہ عنہ کے حلقوم کو چیرتے ہوئے بازوئے حسین میں پیوست ہو گیا، کر بلا کا نہا مجاہد آغوش پدر میں شہید ہو گیا، خون کا فوارہ نکلا امام نے پہلو میں خون لیا۔

آسمان کی طرف پھینکنا چاہا آواز آئی اگر ادھر پھینکا تو قیامت تک بارش نہیں ہوگی، زمین کی طرف ڈالنا چاہا آواز آئی اگر ایسا کیا تو قیامت تک کوئی سبزہ نہ آگے گا لہذا امام حسین رضی اللہ عنہ نے وہ خون اپنے چہرے پر مل لیا۔

تین باتیں

1) آسمان کی طرف خون پھینکنا چاہا آواز آئی۔

2) زمین پر خون پھینکنا چاہا آواز آئی۔

3) بالآخر خون چہرے پر مل لیا۔

یہ تینوں باتیں جھوٹ ہیں نہ نقلا ثابت نہ عقلاً ، اور نہ ہی پاسبان شریعت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ ذات سے یہ متصور ۔

ماہ محرم الحرام میں پیشہ ور خطیب نیے نیے واقعات تراشتے ہیں بلکہ بعض تو ایسی کتاب یا ایسے مقرر کے بارے میں پوچھتے ہیں جس نے کچھ نیا بیان کیا ہو، کیونکہ قوم کو جذبات کا شکار کر کے یہ اپنا جیب بھرنا چاہتے ہیں درجنوں جھوٹے واقعات ہر سال کثرت سے بیان کیے جاتے ہیں۔

شعبدہ گر بھی پہنتے ہیں خطیبوں کا لباس
بولتا جہل ہے بد نام خرد ہوتی ہے

واقعہ نمبر:2

کیا قاضی شریح نے قتل امام کا فتوی دیا تھا؟ بعض نادان خطبا بازاری کتابوں کی مدد سے اور شیعہ ذاکرین کے خطاب کو سن کر سید نا قاضی شریح رضی اللہ عنہ کی ذات پاک پر حملہ آور ہوتے ہیں۔

لہذا تفصیل حاضر ہے:

نام :- قاضی شریح حارث بن قیس بن جہم کندی، آپ کی کنیت ابو امیہ ہے ، عہد جاہلیت اور عہد اسلام دونوں کو پایا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر تقریباً تیس سال تھی، بعض نے آپ کو صحابی لکھا ہے اور اکثر ارباب سیر وطبقات تابعی مانتے ہیں۔

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی ذہانت، حاضر جوابی اور طرز استدلال کو دیکھتے ہوئے اٹھارہ 18 ھ میں قاضی مقرر کیا، کم و بیش 79 ھ تک آپ مختلف مقامات پر قاضی رہے (اس درمیان سید نا عمر ، عثمان علی، حسن، امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کا دور گزرا آپ بدستور قاضی رہے) جس میں کوفہ سرفہرست ہے، سید نا علی مرتضٰی کے آپ معتمد قاضی تھے، مولا علی رضی اللہ عنہ آپ کو اقصی العرب" کہتے تھے، یہودی اور مولا علی کے زرہ کا جو واقعہ مشہور ہے اس کا فیصلہ قاضی شریح نے ہی کیا تھا ، آپ کی مجلس قضا میں وقت کے بڑے بڑے فقیہ اور وقفہ محدث حاضر ہوتے تھے۔ مشہور محدث وفقیہ امام مکحول قریب چھ ماہ آپ کی مجلس قضا میں شریک ہوتے رہے، مشہور محدث امام شعبی بھی شریک ہوتے تھے، آپ کی شادی مسجد میں قبیلہ تمیم کی بیٹی حضرت زینب" سے ہوئی اس وقت یہ حضرات موجود تھے (1) مسروق بن اجدع (2) خالد بن عرفطہ (3) سلیمان بن صرد (4) عروہ بن مغیرہ (5) ابو بردہ اشعری وغیرہ ، وہ اکثر با وضو رہتے تھے امام ابن سیرین نے تو فرمایا کہ وہ سب نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھتے سن ولادت اور سن وصال دونوں میں کافی اختلاف ہے، البتہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ نے تقریباً 100 سو سال سے زائد عمر پائی ہے۔

نوٹ :- امام ابن عبدالبر اور ابن خلکان نے لکھا کہ آپ کو داڑھی مونچھ کے بال نہ تھے، ابن خلکان کے مطابق پہلی صدی میں ایسے چار حضرات گزرے ہیں، سید نا عبد اللہ بن زبیر متوفی 3ھ،7 سید نا قاضی شریح ، سید نا قیس بن سعد بن عبادہ متوفی 60ھ، سید نا احنف بن قیس متوفی 71ھ۔

روافض اور غیر دانستہ سنی آپ کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا فتوی دینے والا کہتے ہیں جو بالکل جھوٹ ہے۔
(تفصیل کے لیے الاستیعاب ابن عبد البر، الاصابہ امام ابن حجر، طبقات امام ابن سعد، اور تابعین از معین الدین وغیرہ)

واقعہ نمبر:3

سیدنا امام حسین گیند کھیل رہے تھے:

قارئین کرام : سید الشہداء امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا مقام اتنا بلند ہے کہ کہ انہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کاندھوں پہ بٹھایا ہے۔ مگر مقررین آپ کی ذات پاک سے ایسے بہت سے واقعات منسوب کرتے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ بعض وضع جہاں وروافض ہیں ۔ انہیں میں ایک یہ ہے: ایک صاحب بیان کر رہے تھے کہ ایک بار امام حسن مجتبی اور امام حسین گیند کھیل رہے تھے کہ آپ کا گیند مسجد نبوی کے ایک طاق پر چلا گیا چونکہ یہ صاحبزادے ابھی چھوٹے تھے اس لیے اسے اتارنے کے لیے رحل کو ہاتھ میں لیا اور قرآن پر اپنا پیر رکھا اور گیندا تار لیا۔ ایک صحابی نے بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شکایت کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین رضی اللہ عنہ نے آج قرآن پر اپنا پیر رکھا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین کو بلایا اور فرمایا میرے حسین نے قرآن پر اپنا پیر رکھا تو کیا برا کیا؟ حسین تو سرا پا قرآن ہیں سر سے پیر تک قرآن ہیں ایک صاحب نے بیان کیا کہ حضور نے کپڑا حسنین کا اتروایا تو صحابی دیکھ کر حیران ہو گئے کہ پورے بدن پر قرآن لکھا ہوا ہے۔



معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ

نقل کفر کفر نہ باشد
اس من گھڑت اور باطل واقعہ میں کئی ایک جھوٹ ہے

1) حسنین کریمین نے گیند کھیلا

2) معاذ اللہ حسنین نے قرآن پر اپنا پیر رکھا

3) صحابی نے بارگاہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں شکایت کی

4) سرکار نے فرمایا کہ یہ تو سرا پا قرآن ہیں

اس کے قائل پر توبہ اور تجدید ایمان کا حکم ہے۔

(انظر فتاوی شارح بخاری)

واقعہ نمبر:4

مجدد صاحب کی وصیت:

امام ربانی مجدد الف نے کہا کہ ہر سنت ادا کر لی بس ایک سنت رہ گئی ہے کہ میرا کوئی نواسا نہیں جو میری گود میں پیشاب کرے اور سرکار کے نواسے امام حسین نے آپ کی گود میں پیشاب کیا تھا لہٰذا میری بیٹی کو جب بیٹا پیدا ہو تو میری قبر پر لا کر پیشاب کروادینا تا کہ یہ سنت بھی ادا ہو جائے۔

= =

جواب دیتے ہوئے شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ بھی سراسر جھوٹ و من گڑھت ہے نہ حضرت مجدد صاحب نے یہ وصیت فرمائی، نہ اس پر عمل ہوا بلکہ احادیث میں کہیں مذکور نہیں کہ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما نے حضور کے زانوے مبارک پر پیشاب فرمایا۔ اس کا امکان تو ہے کہ ایسا ہوا ہو۔ مگر احادیث میں مذکور نہیں تو اس جاہل نے اس واقعہ میں تین افترا کیا۔

1) یہ کہ امام حسن نے زانوئے اقدس پر پیشاب فرمایا

2) حضرت مجدد صاحب نے ایسی وصیت کی جو بجائے خود نا جائز و گناہ ہے۔

3) کسی مسلمان کی قبر پر پیشاب کرنا یا کرانا نا جائز ہے۔

مجدد صاحب ایک نا جائز فعل کی وصیت کریں یہ در پردہ ان کی شخصیت کو مجروح کرنا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص پکا جاہل، ناخدا ترس، بے باک، نذر ہے، اور یہ حکم حدیث مستحق جہنم یہ جو جی میں آتا ہے بزرگان دین صحابہ کرام حتی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اس سے وعظ کہلانا، اس کا وعظ سنا بلکہ اس کی کوئی بھی بات سنانا جائز۔

(ملخصا فتاوی شارح بخاری دوم صفحہ 20 تا 22)

واقعہ نمبر:5

سیدہ سکینہ دمشق کے جیل میں وصال کر گئیں تھیں؟

سیدہ سکینہ کی نسبت قصہ گو خطبا بڑی آہ وزاری کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ جب بعد شہادت قافلہ کوفہ کے بعد دمشق میں یزید پلید کے دربار میں پہنچا تو اس کی جیل

اس کی جیل میں سیدہ سکینہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ حالانکہ انتقال ہونے والی بات سفید جھوٹ ہے۔

حضرت سیدہ سکینہ سے حواری رسول سیدنا زبیر بن عوام کے بیٹے مصعب بن زبیر (جو انتہائی خوب صورت اور سخی تھے جنہوں نے مختار ثقفی مدعی نبوت کا کام تمام کیا تھا) نے نکاح کر لیا تھا آپ سے فاطمہ بنت مصعب پیدا ہوئیں سیدنا مصعب کی شہادت کے بعد سیدہ سکینہ مدینہ شریف آگئیں تھیں اور یہاں آپ سے عبداللہ بن عثمان بن عبد اللہ بن حکیم بن حزام نے نکاح کر لیا تھا آپ سے عثمان جن کو" قرین" کہا جاتا ہے حکیم اور ایک لڑکی ربیحہ پیدا ہوئی ۔ پھر عبد اللہ کا انتقال ہو گیا تو آپ سے زید بن عمرو بن عثمان بن عفان نے نکاح کر لیا۔

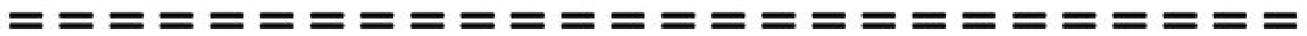
ان تین نکاح کے علاوہ دیگر نکاح کا بھی ذکر ملتا ہے۔ سیدہ سکینہ کا مدینہ منورہ میں میں 17ھ1 میں انتقال ہوا یعنی واقعہ کربلا 61 ھ میں ہوا اس کے بعد آپ تقریبا 55 سال حیات بلا61ھ رہیں دیکھیے۔

(اعلام النساء جلد دوم ، طبقات ابن سعد، نسب قریش جلد 2 ، نسب قریش جلد ،4 کتاب المعارف لابن قتیبہ، عہد تابعین کی جلیل القدر خواتین ، مراۃ المفاتیح وغیرہ)

واقعہ نمبر:6

جنتی باپ کے کندھے پر جہنمی بیٹا یہ تاریخی جھوٹ ہے۔

ایک مقرر صاحب اپنے پر جوش خطاب میں یزید لعنتی کی مذمت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے یزید کو اپنے کاندھے پہ بٹھا کر کہیں کو اپنے پر بٹھا لے جارہے تھے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر ارشادفرمایا یہ دیکھو جتی باپ کے پشت پر (کاندھے) پر جہنمی بیٹا ہے۔



جبکہ ایسا جھوٹ ہے کہ کوئی ثابت نہیں کر سکتا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک 11 ھ میں ہوا۔

اور یزید کی پیدائش 25 ھ ہجری میں ہوئی یعنی یزید پلید حضور علیہ السلام کے وصال کے تقریباً 14 سال بعد پیدا ہوا۔

اب یہ واقعہ کیسے ہو سکتا ہے؟

لہٰذا مقررین و واعظین خدارا قوم کو جہل کے غار عمیق میں ڈالنے کے بجائے علم و عمل کی بات کریں کسی کو رونے اور رلانے کے لیے حق بات ہی کافی ہے۔

واقعہ نمبر: 7

امیر معاویہ کو بچھو نے ڈنک مار دیا تھا پھر اسی زہر سے یزید پیدا ہوا۔

یہ بھی مشہور جھوٹ ہے، یزید پلید بے شک پلید تھا مگر اس کے لیے جھوٹ گھڑنے کی ضرورت نہیں ، بعض مقررین تو یہاں تک بیان کرتے ہیں کہ حضور نے سیدنا امیر معاویہ سے کو جب بتایا کہ تمہیں ایک بیٹا ہوگا جو میرے بیٹے حسین کو شہید کرے گا تو امیر معاویہ نے قسم کھا لی کہ اب شادی ہی نہیں کروں گا ، لہٰذا وہ شادی نہیں کر رہے تھے پھر ایک روز پیشاب کرنے بیٹھے تو بچھو نے اعضا پر ڈنک مار دیا جس کا زہر انہیں بہت پریشان کرتا تھا اب اس سے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی تو انہوں نے شادی کی اور اسی زہر سے یزید پیدا ہوا۔ معاذ اللہ

شعبدہ گر بھی پہنتے ہیں خطیبوں کا لباس
بولتا جہل ہے بدنام خرد ہوتی ہے

یہ سرے سے جھوٹا واقعہ ہے۔

واقعہ نمبر:8

سیدنا امام حسین جب پیدا ہوئے تو پانچ فرشتے کو شفا ملی:

جی یہ واقعہ خطباکے محبوب ترین واقعات سے ہے، خوب نمک مرچ لگا کر انتہائی بڑھا چڑھا کر اسے کچھ یوں پیش کرتے ہیں۔ مختصر رسائل عطاریہ کے مطابق سرکار کے پوچھنے پر فرشتے نے بتایا کہ میں ملائکہ مقربین سے تھا میں نے ایک اپاہج انسان کو دیکھ کر کہا تھا کہ اسے زندہ رہ کر کیا فائدہ اسے تو مر جانا چاہے بس اسی لیے مجھ پر عتاب نازل ہوا، سات سو سال سے اس جزیرے میں پڑا ہوں ..

سلطان کربلا میں ہے کہ جبریل نے اسے پہچان لیا کہ یہ تو تیسرے آسمان کا سردار فرشتہ فطرس ہے اور سبب پوچھی یہی سبب بیان کیا جو رسائل عطاریہ میں ہے، اور کہا کہ سات سو سال سے تو یہ کر رہا ہوں رب راضی نہیں ہو رہا ہے ، اے جبریل آپ کہاں جا رہے ہیں پھر انہوں نے بتایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں نواسے کی ولادت ہوئی ہے ...

فقیر نے یہ واقعہ چند ایک کتابوں میں کچھ اس طرح پڑھا کہ
شب معراج جب حضور آسمان پر تشریف لے گئے تو یہ فرشتہ تعظیم نبی کے لیے کھڑا نہیں ہوا حالانکہ یہ مقرب فرشتہ تھا پھر اللہ نے اسے کوہ قاف میں اٹھا کر پھینک دیا معذور اپاہج بنا سکیاں لیتا رہا معافی مانگتا رہا ہے یہاں تک سید نا حسین پیدا ہوئے تو کئی لاکھ فرشتے مبارک باد دینے آرہے تھے جبریل کو اس فرشتے نے دیکھا اور پکارا اور فرشتوں کے ساتھ دولت کدہ سیدہ پر آیا .....

سلطان کربلا میں تو یہاں تک ہے کہ فرشتہ پطرس جو ملائکہ مقربین سے تھا تیسرے آسمان کے فرشتوں کا سردار تھا رب نے اسے سیدنا امام حسین کے روضہ کی مجاوری میں لگا دیا ہے۔

(رسائل عطاریہ دوم صفحہ 151/ سلطان کربلا دوم صفحہ 470)

مذکورہ بالا کتابوں میں جامع المعجزات اور روضۃ الشہداء سے منقول ہے اور یہ دونوں انتہائی غیر معتبر کتابیں ہیں اول الذکر نزہۃ المجالس کی طرح رطب و یابس سے پر اور ثانی الذکر سینکڑوں جعلی روایات کا مجموعہ ہے۔
البرہان فی خصائص حبیب الرحمٰن صفحہ 276 موصوف نے شیعہ کتاب کوکب دری سے نقل کیا ہے۔

شب معراج سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہ کرنے اور درود نہ پڑھنے کے سبب کوہ قاف میں اٹھا کر پھینک دیا گیا روتا چلتا رہا حالانکہ اس فرشتے کے ارد گرد ستر ہزار فرشتے صف لگائے کھڑے رہتے تھے۔ یہ روایت "جامع صغیر" اور درود نہ پڑھنے والی بات "نور الانوار و کنز الابرار فی ذکر الصلاۃ علی النبی المختار" میں ہے۔
اسی روایت کو خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی نے "اللالی المصنوعہ امام سیوطی" میں موضوعات میں شمار کیا ہے۔
آخر کے تینوں حوالے علامہ خلیق الزمان شمسی صاحب قبلہ کے مضمون سے لیا گیا ہے۔

اب درج ذیل سوالات پڑھیں:

پہلا: عقیدہ اہل سنت ہے کہ فرشتے معصوم ہوتے ہیں ان سے گناہ نہیں ہو سکتا وہ وہی کرتے ہیں جو ان کا رب حکم دیتا ہے پھر تعظیم نبی نہ کرنا حکم رب کے باوجود درود نہ پڑھنا یہ صریح عصمت ملائکہ کے خلاف اور پھر ملک بھی وہ جو تیسرے آسمان کے تمام فرشتوں کا سردار اور ستر ہزار فرشتے اس کے ارد گرد صف لگائے کھڑے رہتے ہیں۔

دوسرا: قرآن کریم میں ہے کہ فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں جبکہ یہ واقعہ اس کی تکذیب کر رہا ہے۔

تیسرا: یہ جو کہا کہ اپاہج انسان کو دیکھ کر کہا کہ اسے مر جانا چاہیے پھر اسی سبب سے اپاہج بنا دیا گیا ہاتھ پاؤں نہ رہا پر چھین لیے گئے سات سو سال تک کوہ قاف میں روتا چلاتا رہا یہ انتہائی عجیب و غریب جھوٹ ہے۔ خدارا خود پر اور امت مسلمہ پر رحم کیجیے اپنی دنیا چمکانے کے لیے دین کا مذاق نہ بنائیں۔

واقعہ نمبر:9

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک جھوٹی حکایت:

مولانا اسد الرحمٰن کی تحریر پر مولانا نثار مصباحی کی دو تعلیقات

از قلم : مفتی نثار مصباحی صاحب (ہندوستان)

سیدنا امام حسن و حسین اور سید نا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے ہمارے غلام کے بیٹے !

ان الفاظ کی وجہ سے سید نا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رنجیدہ ہوئے تو اپنے والد محترم کی بارگاہ میں بطور شکایت عرض کی کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مجھے غلام کا بیٹا کہا ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امام حسین رضی اللہ عنہ سے یہ بات لکھوا کر لے آؤ تاکہ جب میں فوت ہو جاؤں تو اس کاغذ کو میرے کفن میں رکھ دینا۔

اس روایت کو کئی خطباء نے بیان کیا ہے جبکہ اس کا کوئی بھی مستند حوالہ موجود نہیں ہے۔ جھوٹی روایت میں اگر چہ کتنی ہی محبت کا درس کیوں نہ ہو لیکن ہے تو من گھڑت۔ اس لیے علمائے کرام و خطبائے عظام کا حق بنتا ہے کہ مستند روایات ہی عوام الناس تک پہنچائیں ۔

واقعہ اہل تشیع کی کتاب "چودہ ستارے" از نجم الحسن کراروی کے صفحہ 226 پر موجود ہے۔ اس واقعہ کا کوئی مستند حوالہ ملے تو ضرور راہنمائی کی جائے تا کہ اپنی اصلاح ممکن ہو۔

از قلم : اسد الرحمٰن 5 جنوری 2020ء

تعلیق اول:

حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جنگ بدر کے موقعے پر سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی کے عنہما 13 یا 14 سال کے تھے۔ اور اسی وجہ سے جنگ میں شرکت کی انھیں اجازت نہیں ملی۔
اگلے سال جنگ اُحد میں آپ نے شریک ہونا چاہا۔ مگر بعض روایات میں ہے کہ اس میں بھی جنگ کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ مگر اس وقت آپ کی عمر مکمل 14 سال تھی۔

(تقریب التہذیب لابن حجر)

3ھ میں جنگ اُحد ہوئی ۔ سیدنا امام حسن رضی عنہ 3ھ میں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ 4ھ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت یعنی 4ھ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی عمر 16 سال تھی۔ ظاہر ہے امام حسین کی جب کھیلنے کی عمر ہوئی ہو گی تب تک سید نا عبد اللہ بن عمر 19-20 سال کے جوان مجاہد ہو چکے تھے ۔ امام ابن عبد البر "الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب" میں معروف تابعی امام مجاہد کا بیان نقل فرماتے ہیں:

(وعن مجاهد، قال: عبد الله بن عمر شارک یوم فتح مكة وكان عمره عشرين سنة)۔

" یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر فتح مکہ میں شریک رہے یہ اس وقت ان کی عمر 20 سال تھی۔"
سب جانتے ہیں کہ فتح مکہ ۸ھ میں ہوئی۔ فتح مکہ کے وقت امام مجاہد کے بقول :
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عمر 20 سال تھی۔ یعنی 4ھ میں ان کی عمر 16 سال تھی ، اور 3ھ میں 15 سال (بہر حال معمولی اختلاف کے باوجود یہ طے ہے کہ امام حسین کی ولادت یعنی 4ھ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی عمر 15-14 سال سے کم نہیں تھی ۔ اور جب امام حسین کی عمر مبارک 4 سال ہوئی یعنی 8ھ میں، اس وقت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی عمر امام مجاہد کے بقول 20 سال، اور باختلاف روایت کم از کم 19-18 سال ضرور تھی).

عمر کے اس تفاوت کے بعد یہ کہنا کہ دونوں ایک ساتھ کھیل رہے تھے، یہ کہنا غیر معقول ہے۔ اور ہماری بیان کردہ یہ تفصیل اس فرضی واقعے کی بنیاد ڈھا دینے کے لیے کافی ہے۔

از قلم : نثار مصباحی 30 جنوری 2021 ۔

تعلیق دوم:

صحیح البخاری شریف کی حدیث ہے:

2521 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْنِي الحديث
(صحیح البخاری، کتاب الشادات باب بلوغ الصبیان و شہادتہم. حدیث نمبر : 2521)

بخاری شریف کی اس حدیث میں صراحت ہے کہ جنگ احد کے وقت یعنی 3ھ میں حضرت عبد اللہ بن عمر کی عمر شریف 14 سال تھی۔

اسی حدیث میں آگے ہے :

ثُمَّ عَرَضَنِي يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَازَنِي ..

"یعنی جنگ خندق کے وقت ان کی عمر 15 سال تھی۔"
اس پر ایک اشکال ہے کہ جنگ خندق 5ھ میں ہوئی ۔ جب جنگ احد کے وقت وہ 14 سال کے تھے تو خندق کے وقت 16 سال ہونا چاہیے کیوں کہ جنگ خندق 5ھ میں ہوئی۔ پھر اس میں کیسے کہا گیا کہ خندق کے وقت میں 15 سال کا تھا؟

اس اشکال کے 2 جواب دیے گئے ہیں :
پہلا: جنگ خندق 5 ھ میں نہیں بلکہ 4ھ میں ہوئی ۔ جیسا کہ امام مغازی موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے۔ مگر یہ جواب کمزور ہے۔ کیوں کہ تحقیقی قول وہی ہے جو امام ابن اسحاق نے بیان فرمایا ہے کہ جنگ خندق ھ۵ میں ہوئی۔

پھر اس اشکال کا دوسرا جواب دیا گیا ہے کہ :

دوسرا: جنگ احد کے وقت وہ تیرہ سال کے تھے اور چودہواں سال چل رہا تھا۔ اس لیے 14 سال کہا۔ اور خندق کے وقت 15 سال مکمل تھے، سولہواں چل رہا تھا مگر سولہویں کے مہینوں کو نہ گنتے ہوئے صرف 15 سال کہنے پر انھوں نے اکتفا کیا۔ (دیکھیے : فتح الباری شرح بخاری ۔ اس حدیث کی شرح) بہر حال اتنا طے ہے کہ جنگ احد کے وقت ان کی عمر 13-14 سال ضرور تھی۔ اس سے کم نہیں تھی ۔ اس سے بھی ہمارا مدعا حاصل ہے۔
البتہ یہاں ایک اشکال ہوگا کہ اس حساب سے فتح مکہ کے وقت ان کی عمر 18 سال بن رہی ہے۔ پھر "الاستیعاب" کے حوالے سے مذکور قول میں امام مجاہد نے فتح مکہ کے وقت ان کی عمر 20 سال کیسے بتائی ؟
اس اشکال کے 2 جواب ہیں :
پہلا جواب یہ ہے کہ فتح مکہ کے وقت ان کی عمر 18 سال تھی ، انیسواں سال چل رہا تھا۔ امام مجاہد نے انیس کی جگہ بیس کہہ کر 20 کی تعیین نہیں کی ہے بلکہ ایک تقریبی قول بیان فرمایا ہے یعنی لگ بھگ 20 سال تھی ۔

اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ 19 سال والے کو موٹے طور پر بیس سال کا کہہ دیا جاتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ امام مجاہد تک یہی قول پہنچا ہو گا کہ اس وقت ان کی عمر 20 سال تھی۔ اس لیے انھوں نے 20 سال بیان کی۔

بہر حال ان معمولی اختلافات سے ہمارے مدعا پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

چاہے آپ فتح مکہ کے وقت ان کی عمر 18 سال مانیں، یا 19 مانیں یا 20 مانیں۔ بہر حال امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر شریف فتح مکہ والے سال جب 4 سال تھی اس وقت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عمر 19-18 سال ہو چکی تھی۔ اور دونوں کی عمر میں اس تفاوت کے ہوتے ہوئے ساتھ ساتھ کھیلنا متصور نہیں۔

واقعہ نمبر:10

سیدہ فاطمہ کا لباس مبارک بازار میں بیچا گیا؟

قارئین کرام اس ماہ مقدس میں جہاں سید الشداء کی یاد منائی جاتی ہے وہیں مقررین اور دوسرے کے اشعار کو چوری کر کے اپنا نام دینے شعراء ایسے ایسے واقعات اور شعر بھی بناتے ہیں جن کا کتاب وسنت میں کوئی دلیل نہیں بسااوقات ان کے بیان کردہ واقعات روافض کے یہاں بھی نہیں پائے جاتے۔

پنجتن پاک کے متعلق نام نہاد مقررین ہر سال کوئی نہ کوئی نیا واقعہ ضرور بناتے ہیں اور قوم کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ میری تحقیق انیق بہت لاجواب ہے جو کسی کتاب میں نہ ہو وہ مجھ سے لو۔

ایک صاحب فضائل سیدۃ النساء العالمین سیدہ عابدہ وزاہدہ اور مولا علی رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدہ کے گھر فاقہ ہوا کچھ کھانے کو نہ تھا سیدہ نے اپنا شلوار مولا علی کو دیا کہ جاوا سے بیچ کر کھانے کا سامان لے آؤ پھر کیا تھا رب نے جبرائیل سے فرمایا کہ جبرائیل کیا تماشہ دیکھ رہے ہو جلدی جاو جنت سے پیسہ لو اس سے پہلے کہ کوئی سیدہ کا شلوار خرید کر استعمال کرے خرید لو۔ (لفظ تماشہ اب مقررین بے تحاشہ بول دیتے ہیں)



مذکورہ بالاواقعہ کی حقیقت

بیان کرتے ہوئے شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اولا یہ واقعہ ہی من گھڑت ہے اور دوسری بات سید الملائکہ کے لیے لفظ تماشہ استعمال کرنا سفاہت و جہالت ہے۔ (فتاوی شارح بخاری، جلد دوم)

واقعہ نمبر:11

کبوترکربلاسے مدینہ آیا:

من گھڑت جعلی واقعات میں سے ایک واقعہ "کبوتر والا" بھی ہے جو قوالی کے ذریعہ بہت مشہور ہوا ہے جس میں یہ بتایا گیا کہ ایک کبوتر شہادت امام حسین کے بعد خون امام حسین پروں پر لگا کر اڑتا ہوا مدینہ منورہ آیا اور روضہ پاک پر آکر اس نے کچھ یوں یوں عرض کیا پھر روضہ پاک ہل گیا مدینہ منورہ میں زلزلہ پیدا ہوا وغیرہ وغیرہ۔
شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑا واقعہ ہے جسے بھولے سے بھی بھلایا نہیں جا سکتا، مگر یہ کبوتر والی بات سرے سے جھوٹ ہے جس کا چودہ سو سال میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

واقعہ نمبر:12

خطبات بنگال صفحہ 21 تا 25 اور کئی ایک خطبات کی کتابوں میں منقول واقعہ جس کا خلاصہ پیش ہے۔

سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے سرکار علیہ السلام سے عرض کیا کہ کہ یا رسول اللہ میں نے فلاں فلاں نبی کی امت کو جہنم میں دیکھا اور پھر خاموش ہو گئے کئی بار پوچھنے پر جبریل نے کہا یا رسول اللہ آپ کی امت کو بھی میں نے جنہم میں دیکھا ہے بس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بے قرار ہو گئے رونے لگے یہاں تک مدینہ شریف سے باہر چلے گئے۔

کسی کو خبر نہ تھی پورا مدینہ آپ کو تلاش کر رہا تھا ہر طرف سناٹا تھا گلی گلی گھر گھر محلّہ محلّہ آپ کو ڈھونڈا گیا آپ کہیں نہ ملے حتی کہ تلاش کرتے کرتے صحابہ کرام جنگل کی طرف نکل گئے ایک چرواہے سے پوچھا کہ تم نے میرے نبی کو دیکھا ہے؟ اُس نے لاعلمی ظاہر کی اور پھر کہا: ایک شخص فلاں غار میں کچھ دن سے آہ وزاری کر رہا ہے، جس سے ہماری بکریوں نے چرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم وہ کون ہے؟ صحابہ دوڑے گئے تو دیکھا کہ وہ سرکار علیہ السلام ہی ہیں اور سجدے میں سر رکھ کر رو رہے ہیں، اپنی اُمت کی بخشش طلب کر رہے ہیں۔ پھر صحابہ کرام نے اصرار کیا کہ آپ سجدے سے سر اٹھا لیں ۔ آقا علیہ السلام نے نہیں اُٹھایا۔ آخر کار صحابہ کرام سیدہ فاطمہ زہرا کے پاس گئے ، سارا واقعہ سنایا اور کہا: آپ چلیں ۔ وہ تشریف لائیں، پہلے عرض کیا کہ آپ سجدے سے سر اٹھا لیجیے، اگر آپ سجدے سے سر نہ اٹھائیں گے "تو آج فاطمہ قیامت سے پہلے دوسری قیامت برپا کر دے گی" ۔

پھر بھی سرکار علیہ السلام نے سر نہیں اُٹھایا تو سیدہ فاطمہ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ مولا! آج تک تیرے محبوب پاک کی بیٹی کے سر کے بال کو کسی نہیں دیکھا، آج تیرے حضور چادر تطہیر کو اتار کر دعا مانگتی ہوں کہ میرے ابا حضور کی تمام اُمت کی بخشش فرمادیجیے۔

بنت رسول نے اپنا دست اقدس چادر تطہیر کی طرف بڑھایا ہی تھا کہ جبریل امین رب کا پیغام لے کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ! اپنی پیاری فاطمہ سے فرمادیجیے کہ وہ اپنی چادر تطہیر سر سے نہ اُتاریں۔ اللہ نے آپ کی اُمت کی بخشش کا وعدہ فرمالیا ہے۔

قارئین کرام ! یہ مشہور واقعات میں سے ایک ہے، بہت رو دھو کر آہ وزاری کے کے ساتھ اسے سنایا جاتا ہے۔

1) اولاً سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح شہر مدینہ سے غائب ہو جانا کہیں منقول نہیں۔

2) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ طیبہ کا یہ کہنا کہ قیامت سے پہلے دوسری قیامت بر پا کردوں گی۔

3) سیدہ کا بارگاہ خداوندی میں یہ کہنا کہ سر سے چادر تا دوں گی۔

================================

4) سیدہ زاہدہ اور صحابہ کا بار بار کہنا کہ آپ سجدے سے سر اٹھا لیجیے پھر بھی نہ اٹھایا۔
5) پورا مد ینہ تلاش کر رہا تھا گلی کوچوں میں تلاش کیا گیا گھر گھر تلاش کیا گیا حضور علیہ السلام نہ ملے۔

آخر من گھڑت واقعات تراشنے والے عظمت و شان رسول کو کیوں پیش نظر نہیں رکھتے ، آخر ایسی کہانی تراش کر کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟
لہٰذا انے عزیز ! جہاں کہیں بھی ایسے واقعات سنیں فوراً روکیں منع کریں سمجھائیں خوف خدا یاد دلائیں۔

واقعہ نمبر:13

تعزیہ داروں کے منسوبات:

ملفوظات حضرت سید عبد الرزاق بانسوی قدس سرہ میں یہ حکایتیں ہیں یا نہیں؟
(۱) محرم کی دس تھی کہ حضرت مولانا ممدوح ایک تعزیہ کے ساتھ ہو لیے جو جلا ہوں کا تھا اور مصنوعی کربلا میں دفن ہونے کے لیے لوگ لیے جاتے تھے آپ کی وجہ سے اور خدام و مریدین بھی ساتھ ہو لیے کربلا تک ساتھ ساتھ رہے بلکہ دیر تک قیام فرمایا کچھ دنوں بعد بعض خاص مریدین نے پوچھا تو فرمایا کہ مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہو لیے تھے کہ ان کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا۔
(۲) انہیں بزرگ کا قصہ ہے کہ ایک دن عاشورہ کو مسجد میں بیٹھے وضو کر رہے تھے ٹوپی مبارک فصیل پر رکھی تھی کہ ایکا ایک اسی طرح سر برہنہ نیچے تشریف لے آئے اور ایک تعزیہ کے ساتھ ہو لیے اس دفعہ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ حضرت سیدۃ النساء تشریف فرما تھیں۔

دونوں کہاں تک صحیح ہیں؟

اب اہلِ سنت کی جان امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کا جواب ملاحظہ فرمائیں

الجواب: دونوں حکایتیں محض غلط و بے اصل ہیں،
تعزیہ دار واقعہ کیوں بناتے ہیں؟
اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ تعزیہ داروں کو نہ کوئی دلیل شرعی ملتی ہے نہ کسی معتمد کا قول، مجبوراً نہ حکایت بناتے ہیں۔
واقعہ بزرگوں کے نام سے ہی بناتے ہیں، دیکھو امام اہل سنت فرماتے ہیں :

اسی ساخت کی حکایت کوئی شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتا ہے، کوئی مولانا شاہ عبدالمجید صاحب سے، کوئی حضرت مولانا فضل رسول صاحب سے، کوئی مولوی فضل الرحمٰن سے، کوئی میرے حضرت جدامجد سے رحمۃ للہ علیھم اور سب باطل و مصنوع ہیں۔

خود امام اہل سنت کی جانب آپ کی حیات طیبہ ہی میں جھوٹ منسوب کر دیا گیا۔
دیکھو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ میں تو ابھی زندہ ہوں، میری نسبت کہہ دیا کہ ہم نے اسے تعزیہ شاید علم بنائے کہ ان کے ساتھ جاتے دیکھا اور اس حکایت کا کذب تو خود اسی سے روشن کہ فرمایا: مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہو لیے تھے کہ ان کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا۔

سبحان اللہ ! جب تعزیے ایسے معظم و مقبول و محبوب بارگاہ ہیں کہ خود حضور پر نور امام انام علی جدہ الکریم ثم علیہ الصلوۃ والسلام بنفس نفیس ان کی مشایعت فرماتے ہیں، ان کے ساتھ چلتے ہیں تو ان سے کچھ مطلب نہ ہونا للہ عز وجل کے محبوب و معظم سے مطلب نہ ہونا ہے جو ولی تو ولی کسی مسلمان کی شان نہیں۔ پھر آگے تمہ کلام ملاحظہ ہو کہ اُن کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا یہ کاف بیانیہ تو ہو نہیں سکتا ضرور تعلیلیہ ہے یعنی حضرت امام کے ساتھ ہونے پر بھی کچھ توجہ نہ ہوتی مگر کیا کیجیے ان کے ساتھ مجمع اولیاء تھا لہٰذا شامل ہونا پڑا۔ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے۔

اعلیٰ حضرت کے متعلق یہ افواہ تعزیہ داروں نے آپ کی حیات ہی میں اڑائی کہ آپ نے تعزیہ کو جائز کر دیا ہے۔

فرماتے ہیں:

"ہاں خوب یاد آیا 3 جمادی الآخرہ 27ھ13 کو تلہر سے ایک سوال آیا تھا کہ تو نے تعزیہ داری کو جائز کر دیا ہے، اس خبر کی کیا حقیقت "ہے؟

ایک رافضی بڑے فخر سے اس روایت کو نقل کرتا ہے

اور دوسری افواہ یہ کہ ایضاً تیرا اور دیگر چند علمائے بریلی کا فتوای تیار ہوا ہے کہ آیت تطہیر کے تحت میں ازواج مطہرات داخل نہیں، اس فتوی کی نقل اس رافضی کے پاس دیکھنے میں آئی ہے فقط، اب فرمائیے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت درکار، جب زندوں کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تو احیائے عالم برزخ کی نسبت جو ہو کم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ جلد 24)

واقعہ نمبر:14

امیر معاویہ نے امام حسن کو زہر دلوایا:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب جھوٹی روایات میں سے ایک رہ چکی ہے جسے بعض کتابوں میں نقل بھی کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں، جب سیدنا امام حسن نے اپنے بھائی امام حسین کو زہر دینے والے کا نام نہیں بتایا تو بعد والوں کو کیسے معلوم ہو گیا؟ اس کی تفصیل سوال کربلا از صدر الافاضل، فتاوی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ، میں دیکھیے۔

واقعہ نمبر:15

کیا ایسی کوئی الاالسلام روایت ہے کہ حضور صلی اللہ ہم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے حسین! تم افضل ہو یا میں افضل ہوں؟

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام اس بارے میں کہ ایک خطیب نے دوران خطابت یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے حسین ! تم افضل ہو یا میں افضل ہوں؟ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں افضل ہوں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کیسے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جیسا نانا مجھے ملا ہے آپ کو نہیں ملا۔ جیسا بابا مجھے ملا ہے آپ کو نہیں ملا۔ جیسی ماں مجھے ملی ہے آپ کو نہیں ملی۔ میرا نانا نبیوں کے سردار۔ میری ماں عورتوں کی سردار میرا بابا ولیوں کا سردار، میرا بھائی جنتیوں کا سردار اور میں شہیدوں کا سردار۔۔ دریافت طلب امیر یہ ہے کہ ایسا کہنا کیسا ہے؟ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی :۔ نوح عالم راج محلّی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.
اللھم ہدایۃ الحق والصواب.
الجواب بعون اللہ الوہاب

یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نظر سے نہیں گزری۔۔ ویسے درایت کے لحاظ سے بھی یہ من گڑھت و موضوع معلوم ہوتی ہے۔۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خود اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو تمام نبیوں کا سردار فرمارہے ہیں تو ایسا کیوں کر ممکن ہے کہ وہ خود کو اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل کہیں گے؟ ۔۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب انبیاء کرام سے افضل ہیں تو ضرور تمام غیر انبیاء سے بھی افضل ہیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ غیر نبی ہیں اور کوئی بھی غیر نبی کسی نبی سے افضل نہیں بلکہ کسی بھی غیر نبی کو کسی بھی نبی سے افضل ماننا کفر ہے جیسا کہ غالی رافضیوں کی تکفیر کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ ائمہ اہل بیت اطہار کو انبیاء کرام سے افضل مانتے ہیں۔

جیسا کہ "الشفاء" میں ہے:۔ وکذلک نقطع بتکفیر غلاۃ الرافضۃ فی قولھم إن الائمۃ إفضل من الانبیاء ۔ (القاضی عیاض الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج ۲، ص ۲۹۰، القسم الرابع الباب الثالث، فصل فی بیان ما ہو من المقالات کفر الناشر دار الفکر الطباعۃ والنشر والتوزیع)

==============================

جب کوئی غیر نبی کسی بھی نبی سے افضل نہیں تو امام الانبیاء سے افضل کیسے ہوگا ؟ روایت کا مضمون بتا رہا ہے کہ یہ کسی غالی رافضی تبرائی کی گڑھی ہوئی روایت ہے۔۔ غالی روافض ائمہ اہل بیت اطہار کو انبیاء سے بھی افضل مانتے ہیں۔ یہ روایت اسی کفری نظریہ کی پیداوار معلوم ہوتی ہے۔۔۔ جس خطیب نے یہ روایت بیان کی ہے اس سے اس کی صحت کا ثبوت مانگا جائے ثبوت پیش نہ کر سکے تو توبہ کرے اور آئندہ ہرگز اس طرح کی روایتوں کو بے سمجھے بوجھے بیان نہ کرے۔۔

حدیث پاک میں ہے: مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.
(صحیح البخاری، كِتَابُ : الْعِلْمِ بَابُ إِثْمِ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ ، الجزء رقم : 1، الصفحة رقم: 33، حدیث نمبر 108)

اور حدیث پاک میں ہے: كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ .
(سنن ابی داود | أَوَّلُ كِتَابِ الْأَدَبِ | بَابٌ : فِي التَّشْدِيدِ فِي الْكَذِبِ، الجزء رقم : 5 الصفحة رقم 167، حدیث نمبر 4992)

اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے: كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ
(صحیح مسلم، الْمُقَدِّمَةُ : بَاب النَّهْيِ عَنِ الْحَدِيثِ بِكُلِّ مَا سَمِعَ الجزء رقم : 1 الصفحة رقم: 8، رقم 5)

واللہ تعالیٰ اعلم .

کتبہ : ۔ رضاء الحق مصباحی راج محلی

17 محرم الحرام 44ھ/14 16 اگست 2022 ء
خادم : ۔ السید محمود اشرف دارالتحقیق والتصنیف کچھوچھہ مقدسہ یوپی ۔

تائید:

ہم نے بھی مختلف کتابوں کا مناسب باب سے مطالعہ کیا مگر ایسی کوئی روایت نظر نہ آئی لہٰذا یہ کسی رافضی تبرائی کی گڑھی ہوئی روایت ہے جیسا کہ محقق عصر کے جواب سے ظاہر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

محمد تفضل حسین نعیمی راج محلّی۔

خادم : دارال را فتاء شاہد ملت جاجمعو ، کانپور یوپی

تخریج : ۔ شبیر احمد راج محلّی۔

شائع کردہ: تنظیم علمائے اہل سنت راج محل۔

واقعہ نمبر:16

کیا سیدہ صفر کی مدینہ منورہ میں بیمار تھیں؟

سیدہ صغری رضی اللہ عنہا کے متعلق سب سے زیادہ کتابوں میں جھوٹ موجود ہے جسے محرم الحرام میں کثرت سے بیان کیا جاتا ہے ان میں چند یہ ہیں:

1) سیدہ صفری رضی اللہ عنہا تھی بچی تھی اس لیے مدینہ شریف چھوڑ آئے تھے۔

2) سیدہ مری رضی اللہ عنہا بیمار تھیں ساتھ چل نہیں سکی تھیں اس لیے چھوڑ آئے تھے۔

3) پھر کربلا سے سیدہ کو خط بھیجا گیا پھر سیدہ نے کربلا بابا جان کے پاس خط بھیجا کئی قاصد آئے اور گئے۔

4) سیدہ صفری مدینہ کی گلیوں میں چلی جاتیں ہر سفر کا پیر پکڑ کر بابا جان کے بارے میں پوچھتیں۔

5) مدینہ کے چورا ہے پر دیوانوں کی طرح بیٹھی رہتیں۔

العیاذ باللہ ! یہ سب جھوٹ ہے، سیدہ صغری شادی شدہ تھیں۔ اس پر تمام مؤرخین نسابین کا اتفاق ہے۔ اب کربلا گئیں یا نہیں، اس پر مورخین کی اکثریت نے جانا ثابت کیا ہے۔ہاں بعض کتب تاریخ میں نہ جانا بھی مرقوم ہے، بس اتنی بات درست ہے۔واللہ اعلم

رہا خط وکتابت والا واقعہ اس کے جھوٹ ہونے میں کوئی شک نہیں مدینہ منورہ سے کربلا ایک ماہ سے زائد کا سفر ہے غور کریں دو محرم کو امام حسین کربلا پہنچے اگر اسی روز بھی خط لکھ دیئے ہوں گے تو کب پہنچا ہوگا ؟ اور پھر سیدہ نے جو جوابی خط لکھا وہ کس ماہ تک پہنچا ہوگا جھوٹ گھڑنے والوں کا مقصد بس رونا رلانا، اور حقائق پر پردہ ڈالنا ہے۔ سیدہ صغری رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ کثرت سے نقل در نقل اہل سنت کی کتابوں میں شیعہ کی کتابوں سے آیا ہوا ہے۔ مزید تفصیل میزان الکتب میں ملاحظہ فرمائیں۔

واقعہ نمبر:17

کیا ہندوستان سے کوئی لشکر کربلا گیا تھا؟

مفتی گلفام صاحب نے اپنے بیان میں اور ایک صاحب نے اجین میں بھی سننے میں آیا کہ بیان کیا تھا کہ جو لشکر ہند سے کربلا گیا تھا وہ اجین سے گیا تھا، معاذ اللہ

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل جھوٹ بولے جاتے ہیں :

1) امام حسین کے رشتہ دار ہندوستان میں تھے۔
2) امام حسین نے خط لکھ کر ان لوگوں کو مدد کے لیے بلایا تھا۔
3) امام زین العابدین کے خالو یہاں رہتے تھے جن سے خط و کتابت ہوا کرتی تھی۔

4) جب ہندوستان سے لشکر کر بلا گیا تو وہاں جنگ ہو رہی تھی شریک ہو کر شہیدہو گئے ۔ معاذ اللہ
5) جب لشکر کر بلا پہنچا تو جنگ ختم ہو گئی تھی بعد میں یہ لوگ مختار کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔
6) جو کربلا گئے تھے انہیں کی نسل کو حسینی برہمن کہا جاتا ہے۔

یا د رہے یہ سب جھوٹ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر الزام ہے اس کے سوا کچھ نہیں، معاذ اللہ غیر کلمہ گو کو مرد کے لیے بلا یا معبودان باطل کے پرستار سے رشتہ اور تعلقات رکھنا، انہیں شہید کہنا، مکہ ومدینہ سے اپنے چاہنے والوں کو بلانے کے بجائے ہندوستان سے بلانا عقلا نقلا دونوں غلط ہے، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اسی طرح کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ

سوال: کیا میدان کربلامیں ہندوستانی ہندو بھی گئے تھے؟
ایک شخص کہتا ہے کہ کربلا کے میدان میں ہندوستان سے چھ ہندو گئے تھے، بہتر افراد میں چھ ہندو بھی شہید ہوئے ، ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟
الجواب: یہ بالکل سراسر جھوٹ ومن گڑھت ہے اور ہندو کو شہید کہنا کفر ہے۔ واللہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ (فتاویٰ بخاری دوم)
اللہ عز وجل ایسے جھوٹ سے بچائے۔

واقعہ کربلا:18

قاتلان حسین کوتہ تیغ کرنے والا مختار ثقفی کون؟

بعض خطبالاعلمی کے سبب مختار ثقفی کے اس فعل کی تعریف کرتے کرتے مختار کو نیک، اہل بیت کا محب اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا وفادار سمجھ کر حد سے تجاوز کر جاتے ہیں اور یہ اسے نیک انسانوں میں شمار کرنے لگتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے اس کا حال سنیے :

عشرہ مبشرہ میں شامل صحابی رسول یعنی حواری رسول کے بیٹے ، سیدنا مصعب بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم نے مدعی نبوت "مختار ثقفی" کو قتل کیا تھا۔ یہ مصعب سیدہ سکینہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہما کے شوہر ہیں۔
یہ وہی مختار ہے جس کے گھر سیدنا امام مسلم بن عقیل بن ابی طالب نے کوفہ جا کر سب سے پہلے قیام کیا تھا۔
یہ وہی مختار ہے جس نے قاتلان حسین کو تہ تیغ کیا تھا لیکن یہ بھی جان لیجیے کہ
یہ وہی مختار ہے جس نے بقول شاہ عبدالعزیز سیدنا امام حسن کے نیچے سے مصلی کھینچا تھا۔
یہ وہی مختار ہے جس نے سیدنا مصعب کے مقابلے میں کرسی جناب امیر کی پرستش شروع کرائی تھی۔
حالانکہ اس کرسی کو طفیل بن جعدہ کسی روغن فروش کی دکان سے اسے اٹھالایا تھا۔
یہ وہی مختار ہے جس نے جبریل کے آنے کا دعوی کیا اور پھر آہستہ آہستہ بعد میں دعوئ نبوت کر کے ہلاک ہوا۔

مجمع الزوائد روایت نمبر 12688 ، اور مدعی نبوت پر لکھی گئی کتابوں میں بڑی تفصیل موجود ہے تحفہ اثنا عشریہ باب اول در حدوث مذہب شیعہ صفحہ 45 وغیرہ پر ہے۔ لہٰذا ہر حال میں اللہ سے ڈریں اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرتے ہیں۔
مختار ثقفی نے بدلہ لیا، اس پر تو خوشی ہوتی ہے مگر یہ بعد میں خود نبوت کا مدعی بن کر ہلاک ہو گیا تھا۔

واقعہ نمبر:19

جو حضرات کربلا نہیں گئے ان پر تبرا کیا جاتا ہے۔ بعض خطبا امام حسین کا سفر کربلا بیان کرتے ہوئے بڑی فاش غلطی کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ اپنی جان بچا رہے تھے، امام حسین کا ساتھ نہیں دیا وغیرہ۔

عرض یہ ہے کہ امام حسین جنگ کے لیے نہ مدینہ منورہ سے نکلے اور نہ مکہ شریف بلکہ آپ کے شیعوں نے آپ کو خط لکھ کر بلوایا تھا، اس لیے جا رہے تھے، اور اگر جنگ کے ارادے سے نکلتے تو بچے اور بیبیوں کو لے کر جانے کی کیا ضرورت تھی؟
سامانِ حرب و ضرب کے ساتھ نکلتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ دوسری بات اگر ساتھ نہ جانے کے سبب اعتراض بنے گا تو سیدنا امام حسین کے بھائی محمد بن حنفیہؒ اور بہنوئی عبداللہ بن جعفر طیار بھی ساتھ نہ گئے تھے، سیدنا امام حسن کے دوسرے بیٹے بھی ساتھ نہ تھے، حضرت علی کے دوسرے فرزند بھی ساتھ نہ تھے، لہٰذا یہ ہرگز درست نہیں کہ صحابہ کرام اور ان کے بچے جو ساتھ نہ گئے تو ان پر تبرا کیا جائے۔

واقعہ نمبر:20

سیدنا امام زین العابدین کو چھوٹا بچہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے حالانکہ وہ جوان بلکہ شادی شدہ صاحب اولاد تھے۔

واقعہ کربلا 10 محرم الحرام 61ھ میں ہوا تھا اور سیدنا امام زین العابدین سید نا علی مرتضیٰ کی حیات پاک 38ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو علی اوسط اس لیے کہا جاتا تھا، آپ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ تمام کتب تاریخ میں مذکور ہے کہ سیدنا امام باقر 57 ھ میں پیدا ہوئے یعنی واقعہ کربلا کے چار سال پہلے اور امام باقر سید نا امام زین العابدین کے بیٹے ہیں۔ لہٰذا واقعہ کربلا کے وقت امام زین العابدین بچے نہیں بلکہ تقریبا 23 سال کے جوان اور صاحب اولاد تھے ۔
واللہ اعلم

واقعہ نمبر:21

کہا جاتا ہے کہ کربلا سے مردوں میں فقط سیدنا امام زین العابدین واپس آئے حالانکہ اور بھی کئی بچے تھے جو واپس آئے ہیں۔ سیدنا عباس علمدار کے بیٹے عبداللہ اور سیدنا امام حسن مجتبیٰ کے بیٹے بھی تشریف لائے سیدنا حسن مثنیٰ کے متعلق روایات میں ہیں کہ آپ کربلا میں زخمی ہو گئے تھے جو واپس تشریف لائے۔

واقعہ نمبر:22

غم علی اکبر میں امام حسین علیہ السلام کے ڈاڑھی وسر کے سیاہ بال سفید ہوگئے والی روایت کا حقیقی جائزہ

نوٹ: یہ من و عن جناب طارق حسین کی تحریر ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ خاندان نبوت نے کربلا میں تسلیم ورضا اور ایثار و قربانی کی جو مثال پیش کی ہے، رہتی دنیا تک اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ ایک معرکہ ہی نہیں بلکہ زندگی کے تمام پہلو کی اس میں رہنمائی بھی ہے۔
سب سے پہلے ہم واقعہ کربلا پر لکھی جانے والی جو اہم کتابیں ہیں، اس کا جائزہ لیتے ہیں۔
کربلا میں اہل بیت نبوت کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا میرے ناقص مطالعے کے مطابق قرن اول میں کسی نے اس واقعے کو قلم بند نہیں کیا۔
قرن ثانی میں دو کتابیں لکھی گئی ہیں اور یہ دونوں کتابیں مصادر اصلیہ کا درجہ رکھتی ہیں۔

1) القاسم بن اصبغ بن نباتح المجاشی کے ذریعہ قتل الحسین

قاسم بن اصبغ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے محبین میں سے تھے۔
جنگ جمل و صفین میں آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ کی حضرت علی کرم اللہ وجہ سے کچھ مرویات بھی ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ کے تلمیذ ثابت بنانی جیسے عظیم الشان محدث نے آپ سے روایت کی ہے۔ قاسم صاحب شیعوں کے نزدیک بہت مقبول ہیں لیکن محدثین نے ان کو غیر ثقہ مانا ہے۔ ابن معین نے "کہا لیس بفقہ" دار قطنی نے منکر الحدیث کہا ہے۔ آپ پر شیعی ہونے کا الزام ہے۔ اگر شیعی بمعنی محب علی ہے تو ٹھیک ہے اگر راہ راست سے بھٹکے ہوئے کے معنی میں ہے تو اس میں مجھے تردد ہے اور یہ بات تحقیق طلب ہے؟ کیوں کہ اس زمانے میں مولائے کائنات کے ساتھ رہنے کو شیعان علی کے لفظ سے یاد کیا تھا، جو بلا شک و ریب اہل سنت تھے۔
کہا جاتا ہے کہ آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے داستانِ کربلا پر کتاب لکھی ہے، تاہم یہ کتاب مفقود ہے۔



آپ کی وفات 110 ہجری میں ہوئی ہے۔
رکھتی ہے۔ دوسری کتاب: "مقتل الحسین لابی مخنف، یہ بھی کتاب مصدرا صلی کا درجہ بیان کی ہے، چند مقامات کو چھوڑ کر وہ ابو مخنف سے ہی ماخوذ ہے۔ امام طبری نے اپنی کتاب تاریخ الامم والملوک میں کربلا کی جو بھی تاریخ ابو مخنف کی پیدائش 7ھ 5 وفات 157 ہجری میں ہوا ہے۔ آپ ایک دو واسطوں سے تمام واقعات کربلا بیان کرتے ہیں۔
آپ کی روایت ایک واسطے سے امام زین العابدین سے بھی ہے۔
کافی کتب تاریخ میں واقعہ کربلا ان کے واسطے سے ہی بیان کیا گیا ہے۔
ان پر بھی شیعی ہونے کا الزام ہے۔
یہ کتاب دستیاب ہے اس کتاب کو از اول تا آخر میں نے پڑھا لیکن سفید بال والی روایت نہیں ملی۔
اسی طرح بعض وہ کتب تاریخ جو مصادر ثانویہ کا درجہ رکھتی ہیں، جیسے المعجم الکبیر للطبرانی، تاریخ الطبری، مقتل الحسین للخوازی، البدایہ والنہایہ، اسدالغابہ، ان میں یہ واقعہ کثرت تلاش کے باوجود نہیں ملا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ روایت تلاشِ بسیار کے بعد بھی کہیں نہیں ملی۔ ہاں کچھ ایسی روایات ضرور ملی ہیں، جو اس کے خلاف پر دلالت کر رہی ہیں۔
الطبرانی کی بڑی جلد: "الحسین رضی اللہ عنہ، سن 61 میں عاشورہ کے دن کربلا میں، جنگ کے اوائل میں، سیاہ ریشمی چوغہ پہنے ہوئے اور سیاہ رنگ میں مارے گئے۔"
امام حسین علیہ السلام کو دس محرم الحرام کو میدان کربلامیں شہید کر دیا گیا اور آپ ریشم اور اون سے بنا ہوا جبہ پہنے ہوئے تھے اور بال میں سیاہ خضاب کیے تھے۔

عن اِنس بن مالک : اِتی عُبَیدُ اللہِ بن زیاد برأسِ الحُسَینِ، فُجُعِل فی طشت، فجعَلَ ینکُتُ علیہ، وقال فی حُسنِہِ شَیئًا، فقال اِنس: اِنَّہ کان اِشبہہم برسول اللہ اللہ، وکان مخضوبا بالوسمۃ. روا البخاری والترمذی واحمد .

= =

امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا اور طشت میں رکھ دیا گیا۔ ظالم چھڑی سے مارنے لگا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال کے تعلق سے کچھ کہنے لگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا: حسین رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ انھوں نے وسمہ کا خضاب لگا رکھا تھا۔
وسمہ ایک قسم کے درخت کا پتا ہوتا ہے، جس سے خضاب کیا جاتا ہے۔
اس کے علاوہ بھی اکثر کتب تاریخ میں یہ روایت موجود ہے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ سر کے بال سفید ہونے والی روایت کی کوئی اصل نہیں ہے، ایسی روایت بیان کرنے سے پرہیز کریں۔ ہم جو بھی بیان کریں اس کو سن کر نہیں بلکہ خود معتبر کتابوں میں پڑھ کر بیان کریں۔ لیس" الخبر کالمعاینۃ ولیس السمع "کالمشاہدۃ آج ہندو پاک کے خطبا سب سے زیادہ موضوعات بیان کرتے ہیں حالاں کہ ضعیف حدیث شرائط کے ساتھ فضائل و مناقب میں قبول ہے، لیکن موضوع وضعف شدید قابل تسلیم نہیں ہے۔
اگر کسی کے پاس یہ روایت مکمل عبارت کے ساتھ ہو تو ہمیں بھی مطلع فرمائے اور عند اللہ ماجور ہو۔

واقعہ نمبر:23

امام زین العابدین نے یزید کو مغفرت کے لیے ایک نماز بتائی تھی

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا مسئلہ نمبر دو، بعد سلام مسنون معروض خدمت ہوں کہ نماز غفیرا کی بابت میں "ذکر الشاد تین" دیکھا ہے کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالی نے یزید کو واسطے مغفرت کے بتائی تھی مجھے اس نماز کہ تلاش ہے میں پڑھنا چاہتا ہوں براہ مہربانی اس مسئلہ پر التفات مبذول فرما کر ترتیب نماز سے اطلاع دیجئے۔
الجواب: وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ۔ یہ روایت محض بے اصل ہے حضرت نے کوئی نماز اس پلید کی مغفرت کے لیے اس کو تعلیم نہ فرمائی۔ (فتاوی رضویہ، جلد 28)

= =

واقعہ نمبر:24

کیا حضرت محمد بن حنفیہ جنیہ عورت یا دیو سے پیدا ہوئے تھے؟

سیدنا علی مرتضی کے بیٹے سیدنا محمد بن حنفیہؒ جن کی کنیت ابوالقاسم اور جنہیں محمد اکبر بھی کہا جاتا ہے، ان کے متعلق عجیب و غریب قصے کہانیاں مشہور ہیں بلکہ کئی منظوم رسائل بھی ہیں۔ انہیں میں ایک "جنگ نامہ حضرت علی" اور جنگ نامہ محمد حنیف بھی ہے جو جھوٹ کا پلندہ ہے۔ آپ کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ جنیہ عورت سے پیدا ہوئے حالانکہ یہ غلط ہے۔

مسئلہ :۱۰۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم نے ایک دیونی سے نکاح کیا۔ اس کے بطن سے محمد حنیف پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدلہ کو فیوں سے لیا۔ کیا یہ قول زید کا صحیح ہے؟ مفصل خاندانی حالات سے مطلع فرمائیں۔
الجواب : زید کا قول صحیح نہیں ، غلط ہے ۔ حنفیہؒ آپ کی ایک بیوی از قسم انسان تھیں ۔ ان سے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے تھے جن کا نام محمد تھا۔ عام طریقہ پر ان کا تذکرہ محمد بن حنفیہؒ کے لفظ سے کتابوں میں مذکور ہے۔ بس اتنی بات صحیح ہے۔ اس کے سوا زید جن باتوں کا ذکر کرتا ہے، غلط ہے۔ زید کی بات کا ماخذ ایک غیر معتبر کتاب جنگ نامہ محمد حنیف ہے۔ یہ کتاب خارجی فرقہ کے افتراؤں کا مجموعہ ہے۔ جو اہل بیت و آلِ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دشمن اور ان کی برائیوں کے غلط طریقہ پر علمبردار ہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(حبیب الفتاوی جلد چہارم ، صفحہ 340 ، فتاوی بحر العلوم)

واقعہ نمبر:25

سیدہ سکینہ کو دسویں شب کربلا میں امام حسین نے قرآن شروع کروایا تھا؟

ایک مقرر صاحب نے اپنی تقریر میں یہ روایت بیان کی کہ میدانِ کربلا

میں محرم کی دسویں رات کو جب تمام اہل بیت رات کے پہلے حصے میں قرآن کی تلاوت میں مصروف ہو گئے ، تو حضرت سکینہ نے جب سب کو قرآن حکیم پڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ مچل گئیں اور اپنے والد گرامی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس جا کر کہتی ہیں کہ ابا جان مجھے بھی قرآن شریف پڑھایئے ۔ چنانچہ وہاں پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیم کروا کے اَعُوذُ بِاللہ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم اور بِسمِ اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم پڑھایا اور پھر زار و قطار رونے لگے ۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ قرآن شریف تو شروع کروادیا ہوں لیکن ختم کون کروائے گا؟ سوال یہ ہے کہ اس وقت حضرت سکینہ رضی اللہ تعالی عنہا کی عمر سات برس کی تھی جیسا کہ سوانح کربلا میں مذکور ہے۔ تو کیا اس روایت کی وجہ سے حضرات اہل بیت اطہار پر یہ الزام نہیں آتا کہ وہ حضرات قرآن حکیم سے اتنے غافل تھے کہ سات برس کی بچی ہو گئی تھی اور قرآن حکیم شروع بھی نہیں کروایا تھا۔ بلکہ ایمان و اذعان ویقین تو یہ کہتا ہے کہ وہ اس وقت قرآن شریف اچھی طرح پڑھ لیتی ہوں گی، جب کہ ان کی مادری زبان عربی تھی۔ مذکورہ روایت کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں حکم شرع بیان فرمائیں۔

جواب دیتے ہوئے شارح بخاری فرماتے ہیں کہ

آپ پر لازم تھا کہ اس کذاب ، جعل ساز مقرر سے پوچھتے کہ تو نے یہ روایت کہاں دیکھی ہے۔ آپ لوگوں کی عجیب عادت ہے۔ کیسے کذاب ، جعل ساز مقرر ہوں اگر پھکڑ باز چرب زبان ہے تو اس کو سر پر بٹھاتے ہیں ، منہ مانگی فیس دیتے ہیں۔ اس کے مقابل علما کو گھاس تک نہیں ڈالتے ۔ آخران جعل سازوں کی اصلاح کیسے ہوگی ، یہ جعل ساز مقرر اگر زندہ ہو تو اس سے پوچھیے کہ تو نے یہ روایت کہاں دیکھی ہے۔ حضرت سکینہ اس وقت نابالغہ تھیں۔ ان پر وضو واجب نہیں کہ پانی نہیں ملا تو تیم کرایا۔ یہ روایت سراسر جعل اور من گڑھت ہے۔ پھر قرآن کریم چھونے کے لیے بالغہ پر وضو واجب ہے، پڑھنے کے لیے نہیں، اس جعلی روایت کے بموجب حضرت امام حسین نے صرف تعوذ و تسمیہ پڑھایا۔ اس کے لیے وضو کی کیا ضرورت، اور پانی نہیں تو پھر تمیم کیوں کرایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی شارح بخاری، جلد دوم ، صفحہ 172)

عرض یہ ہے کہ نقلا تو یہ واقعہ ثابت ہی نہیں بلکہ نقل تو اس کے خلاف ہے۔ سیدہ سکینہ کے بارے میں کئی روایات ہیں جس سے آپ کا شادی شدہ ہونا ثابت ہوتا ہے، بھلا اہلِ بیت اطہار سے ایک شادی شدہ بچی قرآن بھی پڑھنا نہیں جانتی ہم اہلِ سنت ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔

واقعہ نمبر:26

سیدہ سکینہ گھوڑے کے قدم سے لپٹ گئیں پھر امام حسین نے گود میں اُٹھالیا:

اولا نقل سے یہ ثابت نہیں ۔
ثمانی سیدہ سکینہ بروایت دیگر اس وقت شادی شدہ تھیں ۔
ثالثا سیدہ سکینہ کم از کم سات سال سے زیادہ عمر کی تھیں ۔
رابعاً اہل بیت اطہار کو بے صبری اور مجبور اور بے بس بتا کر پیش کرنے کے بجائے ان کی شجاعت و بہادری ہمت و حوصلہ جو آفتاب سے زیادہ روشن ہے اسے پیش کرنا چاہیے لیکن بات یہ ہے کہ رونے اور رلانے سے عوام کو لطف آتا ہے اور ذاکر کو دنیوی نفع ملتا ہے اور شجاعت و ہمت بتانے سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا۔

واقعہ نمبر:27

کربلا سے لٹا قافلہ جب کوفہ کی طرف چلا تو رات میں سر حسین جس نیزے پر تھا اچانک زمین پر گڑ گیا ہزار جتن کیے نہ اٹھا تب پتا لگایا گیا کہ دیکھو قافلہ میں سارے حضرات ہیں کوئی غائب تو نہیں؟

دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ سیدہ سکینہ نہیں ہیں کہیں راہ میں گھوڑے یا اونٹ کے پشت سے گر گئی ہیں بہر حال تلاش شروع ہوئی رات کا وقت تھا بہت دور جا کر دیکھا کہ

ایک پردہ نشین خاتون سیدہ سکینہ کو آغوش میں لیے بیٹھی ہیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ پردہ نشین خاتون سیدہ فاطمہ زہرا ہیں۔ اس واقعے کو جناب طاہر القادری صاحب نے بہت رو رو کر پیش کیا ہے حالانکہ نقلاً ثابت نہیں بلکہ اس میں کئی ایک جھوٹ شامل ہیں۔

1) چھوٹی بچی
2) سواری سے گر گئیں۔
3) سیدہ فاطمہ جو وصال فرما گئیں وہ نہ صرف سیدہ سکینہ کو بلکہ تلاش کرنے والے یزیدی کو بھی نظر آئیں۔
4) جس نیزے پر سر مبارک تھا وہ نیزہ خود بخود ٹھہر گیا۔

یادر ہے کرامات کا وقوع حق ہے مگر گفتگو خاص اس مسئلے میں ہے۔ تمام کتب اہل سنت میں کہیں اس کا وجود نہیں ہے۔

واقعہ نمبر:28

کربلا میں سیدنا قاسم و سکینہ کی شادی ہوئی؟

حضرت قاسم کی شادی میدان کربلا میں ہونا جس بنا پر مہندی نکالی نکالی جاتی ہے، اہلِ سنت کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟

در صورت عدم ثبوت اس واقعہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کی نسبت حضرت قاسم کی طرف کرنا خاندان نبوت کے ساتھ بے ادبی ہے یا نہیں؟

جواب: - نہ یہ شادی ثابت نہ یہ مہندی سوا اختراع اختراعی کے کوئی چیز۔ نہ یہ غلط بیانی حد خاص توہین تک بالغ۔

رضویہ جلد، 24 مسئلہ 187)

حالانکہ کتب انساب و تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ سکینہ کا نکاح پہلے ہی سیدنا عبداللہ بن حسن کے ساتھ ہو گیا تھا جو کربلا میں موجود تھے۔ واللہ اعلم

میدانِ کربلا جہاں اہلِ بیت اطہار ایک بڑے امتحان کے لیے تیار تھے وہاں ذاکرین جھوٹے واقعات تراش کر میدان کربلا کو شادی کا ماحول بنانا چاہتے ہیں، شیعوں نے المیراث لکھنو کے محرم نمبر میں اس واقعہ کا سخت رد کیا ہے بہر حال یہ واقعہ بھی اہل سنت میں شیعہ ذاکرین کے ذریعہ ہی آیا ہے۔

واقعہ نمبر:29

بعض نادان اہل سنت سرے سے کربلا میں پانی بند ہونے کا انکار کرتے ہیں جبکہ یہ درست نہیں۔ اس سلسلے میں عالم اہل سنت مولانا مفتی توفیق احمد نعیمی صاحب قبلہ نے "قرۃ العین فی منع الماء من "الحسین نامی رسالہ رقم کیا ہے، جو عمدہ ہے مختصر یہ کہ پانی کے بند ہونے اور نہ ہونے پر دونوں طرح کی روایتیں موجود ہیں ہمارے اکابر نے پانی ہونے والی روایت کو قبول کیا جبکہ دونوں روایتیں ان کے پیش نظر تھیں لہٰذا اسے تلقی علما بالقبول حاصل ہے۔

یاد رہے تلقی خود ایک دلیل ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اپنے رسالہ ہدی " الحیران فی نفی الفی عن سید الاکوان مقدمہ ثالثہ میں فرماتے ہیں کہ

امام اہل سنت اعلی حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

علماء کی تلقی بالقبول کو ایراث قوت میں اثر عجیب ہے کہ وہ ہر طرح ہم سے اعرف و اعلم تھے، ہماری ان کی کوزہ و محیط کی بھی نسبت ٹھیک نہیں، وہ سمائے علوم کے بدر منیر اور ہم عالی انہیں کی روشنیوں سے مستنیر، جب وہی ایک امر کو سلفا وخلفا مقبول رکھیں اور اپنی تصانیف اس کے ذکر سے موشح کریں تو ہمیں کیا جائے انکار ہے۔

اور قرینہ بھی یہی بتاتا ہے کہ پانی بند ہوا تھا۔ واللہ اعلم

واقعہ نمبر:30

روز عاشورا سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ کربلا کے کنکروں کو اپنی آنچل سے صاف کر رہی تھیں۔

یہ واقعہ بھی ذاکرین خوب بیان کرتے ہیں کہ صبح صبح ایک پردہ نشین خاتون میدان کربلا میں نظر ائی خیمہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے کسی سپاہی نے جا کر خاتون سے پوچھا تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہی ہو؟

انہوں نے بتایا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی ماں فاطمہ ہوں آج میرا بیٹا حسین اسی جگہ شہید ہوگا، اس لیے میں یہاں کے کنکروں کو سمیٹ رہی ہوں تا کہ میرے بیٹے کو تکلیف نہ ہو۔ کرامات کا وقوع حق ہے، خاص اس واقعہ کے بابت عرض ہے کہ یہ کہیں سے بھی ثابت نہیں بلکہ میری معلومات کے مطابق تراشیدہ واقعات میں سے ایک ہے۔ واللہ اعلم

واقعہ نمبر:31

روضۃ الشہدا ملا حسین کاشفی لکھا کہ

عبداللہ ابن مبارک نے اہل بیت اطہار کی مظلومی کچھ اس طرح بیان کی ہے۔ کہ حرم شریف کی حاضری کے لیے ایک بار تنہا نکلا صحرا میں ایک بارہ تیرہ سال کی عمر کے ایک شہزادے کو دیکھا کہ وہ اور پا پیادہ چلا جا رہا ہے، شہزادے کے گیسو سیاہ اور چہرہ چاند کی طرح تھا میں نے کہا سبحان اللہ اس صحرا میں یہ کون شخص ہے؟

میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا انہوں نے جواب دیا، میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں عبداللہ، میں نے کہا آپ کہاں سے آئے ہیں؟ فرمایا من اللہ، میں نے کہا کہ آپ کو کہاں جانا ہے؟ فرمایا الی اللہ، میں نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا رضاء اللہ، میں نے کہا آپ کی زاد راہ اور سواری کہاں ہے؟

فرمایا زاد راہ تقوی، اور میری سواری میرے دونوں پاؤں ہیں، میں نے کہا یہ خونخوار بیابان ہے اور آپ نو رسیدہ اور چھوٹی عمر کے ہیں آپ نورسیدہ کیا کریں گے؟ بہر حال سوال جواب ہوتا رہا انہوں نے اپنا نام نہیں بتایا اور عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں انہیں پہچان نہ سکا ...... بہر حال آپ فرماتے ہیں کہ جب مکہ معظّمہ پہنچا تو دیکھا کہ ایک شخص کے ارد گرد لوگ حلقہ بنائے ہوئے ہیں، حلال وحرام کے مسائل دریافت کر رہے ہیں، اور وہ ہر ایک کے سوال کا جواب دے رہے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا تم انہیں نہیں جانتے؟ انہیں وادی مکہ کے سنگریزے بھی پہچانتے ہیں یہ امام زین العابدین ہیں اتنا سننا تھا کہ عبد اللہ بن مبارک آگے بڑھے دست مبارک چوما اور فرمایا اے آپ نے مظلومی کی جو داستان بیان کی وہ سچ ہے اس امت میں کسی جماعت کو وہ مصیبت نہیں پہنچی جو اہل بیت اطہار کو پہنچی ہے۔

(ملخصا میزان الکتب)

تحریر پر درد ہے لیکن صاحب روضۃ الشہداء کا یہ بیان کردہ واقعہ کتنا سچ ہے جانیے۔

1) ابن مبارک نے بارہ تیرہ سال کے شہزادے کو دیکھا اور انہوں نے اپنی مظلومیت کو بیان کیا حالانکہ جب وہ بارہ تیرہ سال کے تھے تب واقعہ کر بلا ہوا ہی نہیں تھا بلکہ وہ تو **61** ھ میں ہوا جب امام زین العابدین صاحب اولاد ہو گئے تھے اور عمر تقریباً **23** سال تھی۔
2) عبداللہ بن مبارک نے ان کا مبارک ہاتھ چوما ملاقات کی حالانکہ سیدنا امام زین العابدین کی پیدائش **38** ھ میں ہوئی اور عبد اللہ بن مبارک **118** ھ میں پیدا ہوئے کل **80** سالہ کا فاصلہ ہے، یہی نہیں امام زین العابدین کا وصال **95** ھ میں ہوا اور امام عبداللہ بن مبارک کی پیدائش **118** ھ میں ہوئی یعنی امام زین العابدین کے وصال کے **22** سال بعد عبد اللہ بن مبارک پیدا ہوئے پھر یہ ملاقات ، یہ گفتگو، یہ مصافحہ ، راہ میں ملنا، بارہ تیرہ سال کی عمر میں دیکھنا یہ سب کیسے ثابت ہوگا۔
یادر ہے روافض واقعات ایسے ہی گڑھتے ہیں۔

واقعہ نمبر:32

امام حسین نے بہن کی کلائی چوم لی:

یہ ذاکرین بہت ہی درد بھرے لہجے میں بتاتے ہیں کہ

امام حسین رضی اللہ عنہ کے جب تمام رفقا شہید ہو گئے اب امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں جانے لگے تو خیمہ میں تشریف لائے اپنی بہن سے آخری ملاقات کی ، بہن نے بھائی کے گلے کو چوم لیا تو بھائی نے بہن کی کلائی چوم لی ۔ بھائی نے گلے کو چومنے کا سبب پوچھا تو بتایا کہ نانا جان اور بابا جان نے بتایا تھا کہ اے زینب میدان کربلا میں جب حسین کو شہید کیا جائے گا تو تم وہاں رہو گی ہر حال میں بھائی کا ساتھ دینا، اے بھائی میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ آج شہید کیے جائیں گے لہذا اس لیے آپ کے گلے کو چوم لیا۔ لیکن آپ نے میری کلائی کو کیوں چوما امام حسین نے فرمایا مجھے بھی نانا جان اور بابا جان نے بتایا کہ بیٹا میدان کربلا میں تمہاری بہن زینب تمہارا بھر پور ساتھ دے گی اور اس کی کلائی میں ہتھکڑی ڈالی جائے گی، لہذا میں نے آپ کی کلائی کو چوم لیا۔

میری معلومات میں کتب تاریخ میں اس کا کہیں اتا پتا نہیں ذاکرین کا طبع زاد واقعہ ہے۔

واللہ اعلم

ماہ محرم الحرام میں عوام کی چند غلط فہمیوں کا ازالہ

1) لوگوں میں مشہور ہے کہ "محرم میں روزہ رکھنا یزید کی ماں کی سنت ہے سب سے پہلے اس نے روزہ کی منت مانی تھی" حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے واقعہ کربلا تو 61 ھ میں واقع ہوا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو صحابہ کرام کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور خود بھی رکھا حتی کہ رمضان کا روزہ فرض ہونے سے پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا۔

2) لوگوں میں مشہور ہے کہ "محرم میں مچھلی نہیں کھانا چاہیے" یہ بالکل غلط ہے شریعت میں جو حلال ہے وہ ہر ماہ ہر سال ہر گھڑی حلال ہے لہٰذا مچھلی کھانے سے شریعت نے نہیں روکا بلکہ جاہل عوام نے من گھڑت باتیں بنائی ہیں۔

3) لوگوں میں مشہور ہے کہ "محرم میں شادی بیاہ نہیں کرنا چاہئے" یہ بھی غلط فہمی ہے نکاح دن ہو یا رات صبح ہو یا شام کوئی بھی ماہ ہو یا سال جائز ہے البتہ لوگ اپنی اپنی سہولت کے مطابق دن تاریخ کا تعین کرتے ہیں جو جائز ہے جہاں جو شادی بیاہ سے روکتے ہیں ان کا کہنا ہوتا ہے کہ یہ غم کا مہینہ ہے ان سے پوچھیے کیوں؟ جواب دیں گے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سبب ۔

سوال کیجیے جس تاریخ یا مہینہ میں امام حسین کے بڑے بھائی امام حسن شہید ہوئے کیا وہ غم کی تاریخ یا مہینہ نہیں؟
جس دن یا تاریخ میں مولا مرتضی مولا مشکل کشا علی پاک شہید ہوئے وہ تاریخ یا مہینہ غم کا ہے یا نہیں؟
امام حسین کی ماں سیدہ فاطمہ زہرا جس تاریخ میں دنیا سے تشریف لے گئیں وہ غم کی تاریخ ہے یا نہیں؟
اور پھر جس مہینے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا یعنی ربیع الاول وہ غم کا مہینہ کیوں نہ ہوا ؟



4) محرم میں بچوں سے بھیک منگوانا یہ حرام ہے۔

5) محرم میں ننگے قدم رہنا جہالت ہے۔

6) فرضی شہادت نامے پڑھے جاتے ہیں جبکہ درست شہادت نامہ پڑھنا چاہیے، جیسے آئینہ قیامت ، سوانح کربلا وغیرہ۔

چند غیر معتبر کتابوں کی نشاندہی

رافضیت اہل سنت میں نااہل خطباکے خطاب اور ہمارے معاشرے میں آہستہ آہستہ قصہ کہانی پر مشتمل کتابوں کے ذریعہ پھیلائی گئی ہے، دلچسپ واقعات رونے اور رلانے والے انداز میں شیعہ حضرات خطاب کرکے عوام کو اپنی طرف مائل کرتے تھے لہٰذا سنی خطبا نے بھی یہی راہ اپنائی تاکہ عوام کھنچے اور ہر بار کچھ نیا بیان کرنے کے لیے نئی کتابوں میں نئے واقعات کی تلاش نے بھی شیعیت تک پہنچایا ہے۔

1) النصائح الکافیه لمن یتولی معاویه :

سید محمد بن عقیل سنگا پوری کی تصنیف ہے جناب نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑاس نکالی ہے اور جا بجا خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرام کو مطعون کیا ہے۔

اس کتاب کے جواب میں "نقد نصائح کافیہ" لکھی گئی جس میں آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا گیا کہ یہ شخص رافضی شیعہ ہے اس کتاب کی مدد سے کچھ اعتراض بابا خلیل داس بناری نے بھی اپنے رسالے میں نقل کیا تھا جس کا جواب "صیانۃ الصحابہ عن خرافات بابا" میں دے دیا گیا ہے شیعہ اس کتاب کو اہل سنت کی کتاب بنا کر پیش کرتے ہیں تاکہ عوام کو دھوکا دے سکیں۔

قدرے تفصیل بوارق العذاب لاعداء الاصحاب صفحہ 349 پر موجود ہے ملاحظہ فرمائیں۔

2) ارجح المطالب عبید اللہ امرتسری:

مصنف ارجح المطالب نے زیادہ موادتر کتاب فرائد السمطین، تذکرۃ الخواص الامہ ینابیع المودۃ، المناقب للخوارزمی مروج الذہب کفایت الطالب، اور شرح ابن حدید سے لیے ہیں. اور یہ سب شیعہ کی کتابیں ہیں، اور اسی ارجح المطالب سے کئی حضرات نے اقتباسات لے کر مستقل کتابیں بنالی ہیں، اس میں ہے کہ

1) ابو بکر نے فدک میں غلطی کی
2) جناب امیر شیخین کو اکثر امور شریعت میں غلطی سے روکا کرتے تھے۔
3) ابوبکر حضور کے جنازہ میں شریک نہ ہو پاے

مصنف ارجح المطالب نے خود امامی ہونے کا اقرار کیا ہے۔

(ملخصاً میزان الکتب ، صفحہ 399)

3) احسن الانتخاب في ذكر معيشة سيدنا ابی تراب :

مولوی شاہ علی حیدر صاحب کا کوروی کی ہے اس میں خلاف اہل سنت روایات کی بھر مار ہے یہ راز اس وقت کھلا جب " السیرۃ العلویہ یعنی احسن الانتخاب " کی پہلی جلد پر رئیس الفقہا علامہ سید مصباح الحسن چشتی علیہ الرحمہ سے تقریظ لکھنے کے لیے کہا گیا۔ در اصل احسن الانتخاب عبید اللہ امرتسری کی کتاب "ارجح المطالب" کا چربہ ہے چنانچہ صاحب احسن الانتخاب نے خود صفحہ 17 اور 18 پر اعتراف کیا ہے۔ اس کے باوجود مصنف نے بڑے بڑے دعوے کیے ہیں کچھ بطور نمونہ پیش ہے۔

1) پہلا دعوئی : مصنف صفحہ **56** پر کتابوں کا نام لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ... میں نے کسی شیعہ مورخ یا مصنف کی تالیف سے کوئی مدد نہیں لی ہے۔
2) جناب کا عقیدہ ہے کہ سیدنا علی سارے صحابہ سے افضل ہیں



3) نفائس المنن جو احسن الانتخاب کی دوسری جلد ہے لکھتے ہیں کہ

حضرت عزیر کو مسئلہ قضا و قدر میں جب شبہ ہوا تو انہوں نے مناجات کی۔ حکم ہوا کہ اس سوال سے باز رہو۔ ورنہ دفتر نبوت سے نام محو ہو جائے گا۔ حضرت علی پر بعنایت الہی و مواہب حضرت رسالت پناہی اسرار قضا و قدر کھلتے گئے جن کو آپ نے نہایت عمدہ طریقے سے بیان فرمایا: اس سے مقصود حضرت عزیر پر حضرت علی کی فضیلت ثابت کرنا نہیں بلکہ مماثلت دکھانا ہے۔

بہر حال یہ کتاب عقائد اہل سنت کے خلاف ہے جسے اس کتاب کی حقیقت دیکھنی اور مصنف کا سرقہ ملاحظہ کرنا ہو وہ بوارق العذاب لاعداء الاصحاب کا مطالعہ کرے۔

4) شہید ابن شہید مصنف صائم چشتی صاحب فیصل آباد پاکستان

پوری کتاب افسانوی انداز میں لکھی گئی ہے اور جا بجا صریح جھوٹ تو کہیں اہل بیت پاک کی پاکیزہ زندگی کو خلاف شرع بنا کر پیش کیا گیا۔

چند مقامات

عابد بیمار کے سر پر ہاتھ رکھ کر مڑے تو دیکھا .... سیدہ زینب کے سر سے چادر اتری ہوئی تھی بال بکھرے ہوئے تھے .... جناب سکینہ کو گود میں لیا علی اکبر کے سینے کے خون سے لتھڑے ہوئے عمامے سے سکینہ کے چہرے کو صاف کیا۔ آنکھوں میں پڑی ہوئی ریت کو نکالا، بکھرے بالوں کو انگلیوں سے درست کیا .... انظر میزان الکتب

کاشً وقت ہوتا تو شہید ابن شہید میں موجود غلط باتوں کی فہرست بنا کر پیش کرتا۔ (نوری)

کسی کے ایمان و عقیدے کی پختگی یا کمزوری ہم عصر علما اور طلبا سے جان سکتے ہیں یا خود اس بندے کی اپنی کتاب سے

اس سلسلے میں صائم چشتی کے عقائد و نظریات جاننے کے لیے اس کی کتاب " مشکل کشا" میں درج ذیل باتیں پڑھیں :



1) علماء انبیا کے ہم رتبہ
2) اولیاء میں صحابہ کرام جیسے کمالات
3) ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے
4) امت مصطفی کا وہ کمال جو انبیاء کو نہیں ملا
5) امتی کے وسیلے سے حضور کو کمال حاصل ہوا
6) کمالات انبیاء سے الحاق یعنی امتی میں انبیاء جیسے کمالات
7) حضرت علی خلیفہ بلا فصل ہیں
8) علی کیوں تمام امت سے افضل نہیں؟
9) غیر نبی کو نبی پر فضیلت

یہ "مشکل کشا" نامی کتاب کے عنوانات ہیں اور پھر جناب نے ای عنوان سے سیدنا مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی عبارتیں کوٹ کیں اور یہ بتانا چاہا کہ یہ مجدد علیہ الرحمہ کا عقیدہ ہے۔ العیاذ باللہ (تفصیل دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ میں دیکھیے)

5) خاک کربلا مصنف صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب :

مصنف خاک کربلا سنی ہیں، انہوں نے جا بجا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا ہے اور شیخین کی شان و عظمت کتاب میں بیان کی ہے بلکہ انہوں نے خارجیوں کی کتاب "رشید ابن رشید" کا رد کرتے ہوئے اس پر تقریظ لکھنے دیو بندیوں کو بھی بے نقاب کیا ہے، اس کے باوجود ان کی یہ کتاب خاک کربلا افسانوی انداز اور غیر معتبر واقعات کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں ہے، نقل در نقل انہوں نے بھی کئی جعلی واقعات تو کئی جگہ راہ اعتدال سے ہٹ کر جذبات کے شکار ہوئے ہیں۔

مثلاً کتاب میں ایک جگہ کہا کہ ... امام حسین کو روکنے والے تمام ای زمین کے تھے اور ای زمین پر بسنے والے تھے، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر آسمان سے جبریل بھی روکتا تو آپ نہ رکتے اور آپ کو رکنا بھی نہ چاہیے تھا..... میری ذاتی رائے میں اللہ کے شیر کو روکنے والے خود ہی غلطی پر تھے۔ (خاک کربلا صفحہ 210)

مثلاً یوں لکھا کہ سیدہ صغری
1) ہر آنے والے کے پاؤں پکڑ کر پوچھتیں کہیں میرے بابا کو دیکھا ہے۔
2) مدینے سے باہر نکل جاتیں اور ہر آنے والے مسافر کا پاؤں پکڑ گریہ وزاری کرتیں۔
3) ایک دن معمول کے مطابق مدینہ کے چوراہے پر بیٹھیں اپنے ہی گھر کا پتا پوچھ رہی تھیں کہ گھڑ سوار نظر آیا۔۔۔۔ یعنی پاگل ہو گئیں تھیں ۔ معاذ اللہ
4) اہل خانہ کی جدائی میں شب و روز روتیں کوئی پرسان حال نہ تھا کوئی ہمدرد کوئی تسلی دینے والا نہ کوئی غم گسار تھانہ مددگار ...
(ملخصا خاک کربلا بحوالہ میزان الکتب)

6) تنویر الا زہار نور الابصار از شیخ مومن بن حسن مومن شبلنجی

پوری کتاب کے بارے میں تو نہیں لیکن کئی جگہ قابل اعتراض باتیں موجود ہیں کئی ایک جگہ غلط باتیں منسوب کی گئی ہیں جیسے جلد اول صفحہ 148 پر کہا گیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اذان نہ دیا اور نہ دینے کی حکمتیں بیان کی گئی ہیں جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دیا ہے۔
اسی طرح جلد اول صفحہ 376 پر ہے کہ ہر زمانہ میں تمام اولیاء اللہ کا قطب صرف اہل بیت سے ہی ہوتا " ہے۔
ویسے اگر پوری کتاب بنظر تعمق دیکھی جائے تو مزید باتیں بھی ملیں گی۔ اس کتاب کا رد "میزان الکتب" میں بھی موجود ۔

نورالابصار کے مصنف مومن اسنجی از۔ شار مصباحی

تیرہویں صدی ہجری کی ایک تقریباً گمنام اور نامعلوم شخصیت، جن کی تاریخ وفات تک میں شدید اختلاف ہے ۔ کسی نے 1291 ھ میں وفات بتائی کسی نے 1308 ھ میں، اور کسی نے 1322 ھ۔ ظاہر ہے اگر یہ ماضی قریب کی کوئی مرجع کی حیثیت رکھنے والی یا کوئی معروف شخصیت ہوتی تو سالِ وفات میں اتنا بڑا اور شدید اختلاف ہر گز نہ ہوتا۔

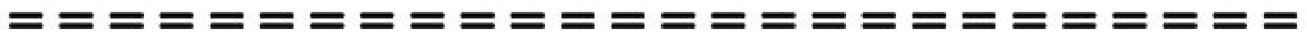
یہ کتاب نور الابصار، رافضیوں کے یہاں مقبول ہے اور غالبا سب سے پہلے ایرانی رافضیوں نے ہی "قم" سے اسے شائع کیا تھا۔ کتاب میں خالص شیعی روایات بھی وافر مقدار میں ہیں۔ روافض کی کتب سے بھی استناد کیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یا تو مصنف کو پورب پچھم کی بھی خبر نہیں تھی، یا پھر خود شیعہ یا شیعیت سے متاثر تھے۔
ظاہر ہے جس مصنف اور تصنیف کا یہ حال ہوا سے اہل سنت کے خلاف حجت بنانا یا اس کی کوئی روایت و عبارت پیش کر کے مسلمات اہل سنت کی مخالفت کرنا کسی حماقت سے کم نہیں۔

7) سعادت الکونین فی فضائل الحسین مفتی اکرام الدین دہلوی:

اس کتاب میں صحابہ کرام کی شان میں شدید گستاخی موجود ہے، بالخصوص سیدنا امیر معاویہ، سید نا عمرو بن عاص سید نا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم صفحہ 180 پر ہے کہ امیر معاویہ نے یزید سے کہا کہ عبداللہ بن زبیر سے بچنا اگر نہ مانے تو قتل کر ڈالنا۔ صفحہ 181 پر سیدنا امیر معاویہ کو دنیا کا حریص اور اسی حرص کی بنا پر جنگ کا ہونا بتایا ہے۔ بہر حال صحابہ کرام کی شان میں جس کسی کتاب میں تبرا ہو اور عوام کے بھٹکنے کا اندیشہ صحیحہ ہو اس سے روکا جائے گا لہٰذا اس سے بھی بچیں۔

8) شاہنامہ کربلا اقبال دائم :

اس کتاب کا بھی زبر دست تعاقب مولانا محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ نے میزان الکتب میں کیا ہے۔ مصنف کا شیعہ ہونا ثابت کیا اور اس میں موجود کئی قابل اعتراض باتوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔
اہل سنت کو چاہیے کہ فتنہ رافضیت سے اپنی جماعت کو بچنے اور بچانے کے لیے ہر اس کتاب کو معاشرے میں پھیلنے سے روکیں جس میں صحابہ واہل بیت اطہار کی شان و عظمت پر حملہ ہو یا جھوٹے اور من گھڑت واقعات کے ذریعہ عوام اہل سنت میں رفض پھیلائے جانے کا اندیشہ ہو۔



9) روضة الشهداء ملا حسین بن علی بیهقی سبزواری الکاشفی واعظ

میزان الکتب صفحہ 214 پر اس کتاب سے چند قابل گرفت عبارتیں نقل کر کے رد کیا گیا ہے ساتھ ہی کتب شیعہ سے مصنف کے بارے میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ وہ انہیں اپنا مانتے ہیں۔
شیعوں کا لکھنو سے نکلنے والے مجلّہ المیراث کے محرم نمبر میں اس کتاب پر تفصیلی کلام موجود ہے، انہوں نے بھی اس میں موجود کئی باتوں پر سخت اعتراض کیا ہے اور الحاقات کے قائل ہوئے مصنف کا 910 ھ میں انتقال ہوا یہ کتاب درجنوں جھوٹی روایات کا مجموعہ ہے یہی نہیں بعد والوں نے اس سے نقل کر کے آگے بڑھایا ہے بہتر یہ ہے کہ ایسی کتابوں سے دور و نفور رہا جائے۔ واللہ اعلم

10) عناصر الشہادتین:

اسے محمد ناصر علی رضوی ابن شیخ حیدر علی غیاث پوری منیری مولد آروی مسکنا انہوں نے شیخ عبد العزیز بن شیخ حاجی رجب علی لکھنوی کے کہنے پر 1291 ھ میں تالیف کی تھی مولف کی ولادت 1215 ھ وفات 1305 ھ۔
حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فتاوی شارح بخاری دوم صفحہ 99 پر فرماتے ہیں کہ .. عناصر الشادتین معتبر کتاب نہیں .... البتہ مولف عناصر الشادتین کی دوسری کتاب عناصر البرکات اور عناصر الخیرات وغیرہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ سنی تھے۔
واللہ اعلم

روافض و خوارج کی شرارتیں اور اہلِ سنت کا راہ اعتدال

اہل سنت افراط و تفریط دونوں سے بیزار اور راہ اعتدال کے مسافر ہیں۔
رافضیت افراط ہے تو خارجیت تفریط یعنی روافض نے محبت کی آڑ میں اتنا غلو کیا کہ حد سے گزر گئے۔
اور خارجی نفرت میں اتنا گر گئے کہ معاذ اللہ سید نا علی مرتضی مولی المسلمین کو کافر کہا دونوں ہلاک ہوئے۔
اسی طرح روافض پنجتن پاک کے سوا آقا علیہ السلام کی ازواج مطہرات، تین بیٹیاں، اور تینوں بیٹوں کو اہل بیت میں شمار نہیں کرتے۔
خوارج مولا مرتضی اور حسنین کریمین کو اہل بیت نہیں مانتے دونوں غلط ہیں۔
اہل سنت ان سب کو اہل بیت مانتے ہیں۔

روافض محبت و دفاع اہل بیت کے آڑ میں صحابہ کرام بالخصوص خلفائے ثلاثہ، اور سیدنا امیر معاویہ وسفیان و ہندہ، عمرو بن عاص و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی گستاخی کرتے ہیں بلکہ تین یا چھ صحابی کے سوا سب کو مرتد مانتے ہیں۔
خوارج محبت و دفاع صحابہ کرام کے نام پر اہل بیت اطہار خصوصاً سید نا علی مرتضی سیدہ فاطمہ حسنین کریمین کی بارگاہ میں شدید گستاخی کرتے ہیں۔
دونوں کی محبت ان کے منہ پر ماری جائے گی حقیقتاً نہ وہ اہلِ بیت کے وفادار نہ یہ صحابہ کرام کے محب ہیں۔
جبکہ اہل سنت دونوں سے انتہائی محبت دونوں کا دفاع اور دونوں کی شان و عظمت بیان کرتے ہیں۔
اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور نجم ہیں
اور ناو ہے عترت رسول اللہ کی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

روافض خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے تو خوارج سیدنا علی مرتضیٰ اور سیدنا حسن مجتبیٰ کی خلافت حقہ کو نہیں مانتے ، دونوں افراط و تفریط کے شکار ہیں۔
اہل سنت دونوں کی خلافت کو حق مانتے ہیں اور یہ تسلیم ہے کہ اپنے اپنے وقت پر سب کی خلافت حق ہوئی۔
ہمارے زمانے میں خوارج و نواصب میں دوبارہ اُبال آیا ہے، خوارج ونواصب کی وہ کتابیں جن کا ماضی میں ہمارے اکابر نے بھر پور تعاقب کیا تھا۔ یعنی محمود عباسی کی کتاب " خلافت معاویہ ویزید" ابو الحسین عظیم الدین صدیقی کی کتاب " حیات سیدنا یزید" ابویزید محمد دین بٹ کی کتاب " رشید ابن رشید"
یہ سب غلاظتوں سے پر تحقیق کے نام پر تخریب اور بالخصوص اہل بیت اطہار کی پاکیزہ ذوات پر شدید حملے پر مشتمل ہیں۔ یہ سب دوبارہ شائع کی جارہی ہیں۔ انھیں کتابوں کا مطالعہ کرکے اب بعض لوگ اہل بیت پر حملہ آور ہونے لگے ہیں۔
"رشید ابن رشید" پر دیوبندی جماعت کے سرخیل حضرات نے تقریظیں لکھیں اور کتاب کو سراہا۔
دیو بندی جماعت کا مشہور مجلّہ "تجلی" اس میں عامر عثمانی فاضل دیو بند یزید سے اپنی محبت کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں۔

یزید جسے خدا نے بخشا　　مگر بندوں نے نہیں بخشا

(ماہنامہ تجلی دیو بند جون، ،1960 صفحہ 19)

خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے کربلا کے مسافر اور رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے "نقش کربلا" میں حضرت علامہ اجمل حسین قادری نے "گمراہی کے جھوٹے خدا" میں شہیدانِ کرب و بلا کی شان و عظمت میں کیک حملہ کرنے والے خوارج ونواصب کا زبردست تعاقب کیا ہے۔

ہمارے زمانے کے خوارج ونواصب کی چند علامتیں:

1) امام حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے۔
2) یزید امیر المومنین، اور خلیفہ برحق تھا۔
3) امام حسین کو یزیدی لشکر نے شہید نہیں کیا بلکہ وہ لوگ جو مکہ سے ساتھ آئے تھے انہوں نے شہید کیا۔
4) امام حسین حکومت وخلافت کی لالچ میں گئے تھے۔
5) امام حسین دس محرم کو کربلا پہنچے اور انا فانالوگوں نے شہید کر دیا۔
6) دو محرم الحرام میں کربلا پہنچنے اور سات محرم الحرام کو پانی بند ہونے والی بات غلط ہے۔

اس کے جواب میں استاد زمن کا یہ کلام کافی ہے۔

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوانِ اہلبیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلبیت

کس زباں سے ہو بیانِ عز وشانِ اہلبیت
مدح گوئے مصطفٰے ہے مدح خوانِ اہلبیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیہ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت

مصطفٰے عزت بڑھانے کے لیے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دودمانِ اہلبیت

ان کے گھر بے اجازت جبریل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلبیت

مصطفٰے بائع خریدار اس کا اللہ اشتری
خوب چاندی کر رہا ہے کاروانِ اہلبیت

رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہ حسن و عشق
کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ اہلبیت

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ اہلبیت

حوریں کرتی ہے عروسانِ شہادت کا سنگار
خوبرو دولھا بنا ہے ہر جوانِ اہلبیت

ہوگئی تحقیق عید دید آب تیغ سے
اپنے روزے کھولتے ہیں صائمانِ اہلبیت

==============================

جمعہ کا دن ہے کتابیں زیست کی طے کر کے آج
اے شباب فصل گل یہ چل گئی کیسی ہوا
کسی شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
خشک ہو جا خاک ہو کر
خاک میں مل جافرات خاک پر عباس و عثمانِ
علمبردار ہیں
تیری قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں
قافلہ سالار منزل کو چلے ہیں سونپ کر
فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
وقت رخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ
ابر فوج دشمناں میں اے فلک یوں ڈوب جائے
کس مزے کی لذتیں ہیں آپ تیغ یار میں
باغ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوب خدا
حوریں بے پردہ نکل آئی ہیں سر کھولے ہوئے
کوئی کیوں پوچھے کسی کو کیا غرض اے بیکسی
گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
سر شہیدان محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
دولت دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر
زخم کھانے کو تو آپ تیغ پینے کو دیا
اپنا سودا بیچ کر بازار سونا کر گئے
اہلبیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں

کھیلتے ہیں جان پر شہزادگان اہلبیت
کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستانِ اہلبیت
دن دھاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہلبیت
خاک تجھ پر دیکھ تو سوکھی زبانِ اہلبیت
بیکسی اب کون اٹھائے گا نشانِ اہلبیت
پیاس کی شدت میں تڑپے بے زبانِ اہلبیت
وارثِ بے وارثوں کو کاروانِ اہلبیت
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہلبیت
لو سلام آخری اے بیوگانِ اہلبیت
فاطمہ کا چاند مہر آسمانِ اہلبیت
خاک و خوں میں لوٹتے ہیں تشنگانِ اہلبیت
اے زہے قسمت تمھاری کشتگانِ اہلبیت
آج کیسا حشر ہے برپا میانِ اہلبیت
آج کیسا ہے مریض نیم جانِ اہلبیت
جانِ عالم ہو خدا اے خاندانِ اہلبیت
اور اونچی کی خدا نے قدر و شانِ اہلبیت
کربلا میں خوب ہی چمکی دوکانِ اہلبیت
خوب دعوت کی بلا کر دشمنانِ اہلبیت
کونسی بستی بسائی تاجرانِ اہلبیت
لعنۃ اللہ علیکم دشمنانِ اہلبیت

بے ادب گستاخ فرقے کو سنا دو اے حسن
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہلبیت

یزید پلید کے متعلق امام اہل سنت کا ارشاد گرامی

1) یزید بیشک پلید تھا ، اسے پلید کہنا اور لکھنا جائز ہے، اور اسے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نہ کہے گا مگر ناصبی، کہ اہل بیت رسالت کا دشمن ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ
2) یزید پلید علیه ما یستحقه من العزیز المجید قطعا یقیناً با جماع اہل سنت فاسق و فاجر و جری علی الکبائر تھا۔ اس قدر پر ائمہ اہلِ سنت کا اطباق و اتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔
3) محبت آل اطہار کے بارے میں متواتر حدیثیں بلکہ قرآن عظیم کی آیت کریمہ ہے۔
قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة في القربی
(ان سے**)** فرمادیجئے **(**لوگو!**)** اس دعوت حق پر میں تم سے کچھ نہیں مانگتا مگر رشتہ کی الفت ومحبت۔ **(**القرآن الکریم**)**
ان کی محبت محمد اللہ تعالیٰ مسلمان کا دین ہے۔ اور اس سے محروم ناصبی خارجی جہنمی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، مگر محبت صادقہ نہ روافض کی سی محبت کا ذ بہ جنھیں ائمہ اطہار فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم تمھاری محبت ہم پر عار ہوگی ۔ اطاعت عامہ اللہ و رسول کی، پھر علمائے دین کی ہے۔
4) امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بد مذہبی صاف ہے۔ شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنت کا عدو و عنود ہے۔
5) جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں عیاذ باللہ اسد اللہ کے سبقت و اولیت و عظمت و اکملیت سے آنکھ پھیر لے، وہ ناصبی یزیدی، اور جو علی کی محبت میں معاویہ کی صحابیت و نسبت بارگاہ حضرت رسالت بھلا دے، وہ شیعی زیدی ہے۔